بندۂ بینوا حامد حسن قادری نقشبندی جماعتی بچھرایونی

۱۹۴۳ء

۱۹۴۳ء

٤٨٦
۹

باسمہٖ تبٰرکَ وتعلٰی عزّوَجلّ

۱۳۶۲ھ

جامع التواریخ

۱۳۶۲ھ

نقش سوم ۳ فن تاریخ گوئی

۱۹۴۳ء

از

بندۂ بینوا حامد حسن قادری نقشبندی جماعتی بچھرایونی

۱۹۴۳ء

لکچرار، ادب فارسی واردو، سینٹ جانس کالج، آگرہ

۱۹۴۳ء

بکس انٹرنیشنل
لندن

نام کتاب : جامع التواریخ

تصنیف : مولانا مولوی حامد حسن صاحب قادریؒ

سال طباعت : ۲۰۰۰ء

بہ اہتمام : افضال الرحمٰن

مطبع : لبرٹی آرٹ پریس (مالک مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) نئی دہلی ۲

برائے : بکس انٹرنیشنل۔ برطانیہ

قیمت : -/90 روپے

تعداد : 500

ملنے کے پتے

1. Books International (U.K.)
27 Nant Road, London. NW2-2AL
2. Afzalur Rahman, 272, Jamia Nagar, New Delhi-110025
3. M/S Maktaba Jamia, Jamia Nagar, New Delhi-1100025

شمار تواریخ جلد ھذا

صفحہ	مادہ تاریخ کے آخری الفاظ	شمار تواریخ
۲۸	عروس سخن	۱۰۰
۴۴	فرحت ہے	۱۰۰
۶۷	باغ جناں میں	۱۰۰
۸۸	تلاش تواریخ	۱۰۰
۱۰۶	تاج آفاق	۱۰۰
۱۳۷	بُرھْنَہ	۱۰۰
۱۴۰	انسانیت ہے	۳
		۶۰۳

نوٹ: اس جلد میں جو آیات قرآنی کی تاریخیں الگ درج ہیں وہ اس شمار میں شامل نہیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ دستور التواریخ

۱۹۴۳ء

یعنی

فصلِ تاریخ گوئی حامد حسن قادری

۱۹۴۳ء

تاریخ گوئی علم و ادب کا ایک عجیب لطیفہ ہے۔ مسلمانوں کی ایجاد اور عربی، فارسی، اردو کے ساتھ مخصوص۔ اگرچہ حروف تہجی کے اعداد مسلمانوں کیا، عیسائیوں سے بھی پہلے کے ہیں، لیکن ان اعداد سے یہ کام لینا جس کو "تاریخ گوئی" کہتے ہیں اور اس کو ایک مستقل با اصول فن بنا دینا، مسلمانوں کے شوق بلاغت طرازی اور شغف انشا پردازی کی اختراع بدیع کے علاوہ ان کی فرصت بے نہایت کی بھی یادگار ہے۔ آدمی مجھ جیسا بے کار ہو تو تاریخیں کہا کرے۔ تاریخ گوئی سے زیادہ محنت اور کم نفع کا مشکل سے کوئی دوسرا مشغلہ علمی نکل سکے گا۔

مجھے لڑکپن سے تاریخ گوئی کا شوق ہے اور اب اس شغل کو چالیس برس سے زیادہ ہو گئے کئی ہزار تاریخی مادّے نکالے ہوں گے، جن میں سے ڈیڑھ ہزار کے قریب دو مجلّد قلمی بیاضوں میں ترتیب سنین کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں۔ یعنی:

بیاض اول "دفتر تواریخ" (از ۱۹۰۱ء تا ۱۹۳۷ء) میں ۹۰۰ تاریخیں

۱۹۰۱ء ۱۳۱۸ھ ۱۳۵۵ھ

بیاض ثانی "میزان التواریخ" (۱۹۳۷ء تا ۱۹۴۲ء) میں ۵۳۵ تاریخیں

۱۳۵۶ء ۱۳۵۶ھ ۱۳۶۱ھ

۹۰۰+۵۳۵=۱۴۳۵ تاریخیں

ان میں صدہا تاریخیں قطعات میں منظوم و مرتب ہیں اس تفصیل سے:

بیاض اول میں ۴۵۳ قطعے

بیاض ثانی میں ۱۷۵ قطعے ۶۲۸

قطعات میں کم سے کم دو شعر کا قطعہ ہے۔ بہت سے قطعے ۱۰ سے ۲۵ شعر تک ہیں۔ چند نظمیں ۳۰ یا زیادہ اشعار کی ہیں۔ اقبال کی چند تاریخیں ایک طویل مثنوی میں نظم کی ہیں، جس کے ۷۰ کے قریب شعر ہیں۔

میری تاریخوں میں بعض تاریخ گوئی کے لطائف و صنائع ہیں، بعض عجیب واقعات کی عجیب تاریخیں ہیں، بعض فی البدیہہ تاریخیں ہیں۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ بیاض اول کے دیباچہ میں کر دیا ہے۔

اس وقت تاریخ گوئی کی ایک خاص وضع و صنعت کا مفصل تذکرہ مقصود ہے۔ یہ اندیشہ ہے کہ اگر ان بیاضوں کے لکھنے کی یہی شان ہے کہ ایک بیاض پانچ چھ سال میں ختم ہو، تو ہو سکتا ہے کہ اس تیسری بیاض کے ختم ہونے سے پہلے لکھنے والا ختم ہو جائے۔

میں نے قرآن مجید کی آیات کریمہ سے اتنی تاریخیں نکالی ہیں کہ میرے علم میں کسی دوسرے تاریخ گو سے اس قدر تعداد منقول نہیں ہے۔ ان سب تاریخوں کو یہاں یکجا کرنا ہے۔

اگلے لوگوں نے بھی قرآن کریم سے یہ کام لیا ہے اور بعض ایسی تاریخیں نکالی ہیں کہ رسائی ذہن پر حیرت ہوتی ہے قدیم زمانے کا تذکرہ سنا ہے

کہ کوئی شخص جن کا نام آدم تھا حج کو گئے ان کی بیوی بھی ساتھ تھیں خوش نصیبی سے دونوں میاں بیوی مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے کسی نے تاریخ کہی: یا آدمُ اسکُن اَنتَ وَزَوجُكَ الجَنَّةَ (۱۱۶۴ھ) سبحان اللہ! کیا تاریخ ہوئی ہے! ایسے مقام پر تو مرنے کی آرزو کیا ہی کرتے ہیں، ایسی تاریخ کے لیے بھی مر جانا چاہیے!

قرآن مجید سے تاریخ نکالنے میں بعض خاص صورتیں پیش آتی ہیں جو بظاہر اصول کے خلاف ہیں، لیکن اگلے بزرگوں نے ان کو جائز رکھا ہے، اس لیے میں نے بھی حسب ضرورت ان کا اتباع کیا ہے۔ مثلاً

(۱) کسی آیت سے پہلے واو عطف سلسلہ کلام کے سبب سے آتا ہے۔ اگر وہ آیت مع واو کے تاریخ کے لیے لے لی جائے تو عطف بے محل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن تاریخ واو کے ساتھ پوری ہوتی ہے اس لیے واو کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی نے زیب النسا بیگم (بنت اورنگ زیب عالمگیر) کی تاریخ وفات کہی تھی: وَادخُلِی جَنَّتِی (۱۱۱۴ھ)

(۲) عربی میں تاے تانیث (ۃ) لکھی جاتی ہے اور اس پر وقف ہو تو (ہ) بھی پڑھی جاتی ہے اس لیے اساتذہ تاریخ گوئی نے اس کو ہاے ہوز مان کر پانچ عدد لیے ہیں مثلاً امیر مینائی نے اپنے دیوان اول کے نام مِرآۃُ الغیب میں پانچ عدد لے کر ۱۲۸۹ھ نکالے ہیں۔ لیکن بعض تاریخ گو حضرات نے اس (ۃ) کے چار سو عدد لئے ہیں جیسا کہ کسی نے سرسید مرحوم کی تاریخ وفات قرآن مجید سے نکالی ہے۔ اِنَّ العَاقِبَةَ لِلمُتَّقِین (۱۳۱۵ھ) خود قرآن کریم میں بھی کہیں کہیں تاے تانیث کو پوری ت کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ روم رکوع ۴ پارہ ۲۱ میں۔ فطرت اللّٰہ التی فطر الناس علیہا۔ صحیح املا فطرۃ تھا۔ لیکن مضاف ہونے کے سبب سے ت لکھی گئی۔ اسی طرح رحمت اللّٰہ میں پوری ت لکھی ہوئی ہے۔ لیکن یہ بھی املاے قرآنی کا قاعدۂ کلیہ نہیں ہے۔

كلمة الله، حجة الله میں چھوٹی ۃ بھی لکھی ہوئی موجود ہے۔

(۳) جن اسماء کی جمع ات کے ساتھ آتی ہے، ان میں پوری ت لکھی جاتی ہے۔ جیسے جنّات یا املاے قرآنی میں جنّٰت۔ لیکن میں نے بضرورتِ تاریخ، اس کے پانچ عدد لینے کے لیے جنّٰۃ لکھدیا ہے۔

(۴) قرآن شریف میں ہمزہ کے لیے کہیں شوشہ لکھا ہے کہیں نہیں لکھا۔ اُولٰئِکَ میں ہر جگہ شوشہ ہے۔ لیکن سورۂ یوسف میں اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الحَقُّ میں ہمزہ کے لیے شوشہ نہیں ہے۔ شوشہ کی حالت میں اس کو ہی کی علامت سمجھ کر (۱۰) عدد لیے جاتے ہیں اور بغیر شوشہ کے کچھ نہیں۔ اولئک کے ۶۷ ہیں اور اَلْئٰن کے ۸۱۔ اگر اَلْئٰن لکھدیں تو ۹۱ عدد ہو جائیں گے اور اَلْاٰنَ لکھا جائے تو ۸۲ ہوں گے۔

(۵) اسی طرح درمیانی الف کے لکھنے کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً مَولنا۔ مَولینا اور مَولانا، تینوں صورتوں سے لکھ سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں مولنا کی صورت اختیار کی گئی ہے لیکن میں نے تینوں طرح لکھ کر مختلف عدد لئے ہیں۔ یا مثلاً صٰلحٰت اور صالحات۔ خٰلدین اور خالدین دونوں املا درست ہیں۔ یا مثلاً سورۂ حجر رکوع ۳ پارہ ۱۴ میں اِنَّ عِبَادی لکھا ہے اور سورہ فجر پارہ ۳۰ میں فِي عِبٰدِی ہے۔ اس لیے میں نے بھی "فادخلی فی عبٰدی" اور "فادخلی فی عبادی" دونوں سے تاریخیں نکالی ہیں اور اس طرح کی (ف) اور (و) کو کہیں رہنے دیا ہے، کہیں حذف کر دیا ہے۔

(۶) بعض آیات میں جن سے تاریخ نکالی گئی ہے، کسی عامل کے سبب سے لفظ کی ایک خاص صورت ہے لیکن وہ حرفِ عامل مادۂ تاریخ میں شامل نہیں کیا گیا، پھر بھی اس لفظ کو بجنسہ رہنے دیا ہے ورنہ وہ آیت کا حصہ نہ رہتا۔ مثلاً اِنَّ المُتَّقِین فِی ظِلٰلٍ وَّعُیُونٍ وَّفَوٰکِہ سے بغیر اِنَّ کے تاریخ نکالی ہے قاعدۂ نحو کے مطابق اِنَّ کے نمونے کی حالت میں المتقون ہونا چاہیے۔

لیکن الفاظ قرآنی کے سبب سے یہ تصرف جائز نہیں رکھا گیا۔ اور اگر کسی جگہ یہ تغیر کر کے سنہ پورے کئے ہیں تو پھر میں اس کو قرآن کی آیت نہیں کہتا، عربی کا فقرہ کہتا ہوں۔ یہی صورت کبھی اعراب میں بھی پیش آئی ہے مثلاً میں نے ایک تاریخ نکالی ہے۔ فضلَه كان عَلِيكَ كبيراً = ۱۳۴۹ھ (بنی اسرائیل رکوع ۱۰ پارہ ۱۵) یہاں بظاہر فضل کا لام منصوب (زبر کے ساتھ) ہونے کا کوئی سبب نہیں۔ لیکن آیت میں اِنَّ فَضلَهُ ہے میں نے اِنَّ نہیں لیا لیکن حرکت وہی قائم رکھی ہے۔

اب میں اپنی تاریخیں سنینِ ہجری و عیسوی کی الگ الگ ترتیب کے ساتھ درج کرتا ہوں۔

تواریخ از کلام پاکِ ایزد

۱۳۶۱ھ

بابت

سنہ ہجری

(۱) تاریخ انتقال مولوی نظام الدین صاحب قبلہ بچھرایونی: حَسُنَت مُستَقَرًّا=۱۳۱۹ھ (فرقان آخری رکوع پارہ ۱۹) مرحوم میرے خاندان کے ایک بزرگ تھے۔ اتفاق سے کنویں میں گر کر وفات پائی۔ میں نے غریقِ چاہ=۱۳۱۹ھ بھی تاریخ کہی تھی۔

(۲) تاریخ وفات مولوی محمد قاسم صاحب بچھرایونی (عرف کلن): تَکُونُ لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّار=۱۳۲۰ھ (قصص رکوع ۴ پارہ ۲۰) اس میں عاقبۃُ کی (ۃ) کے ۴۰۰ عدد لئے ہیں میں نے جہاں ایسی ۃ کے ۴۰۰ لئے ہیں وہاں یہ بات لکھدوں گا۔ باقی سب تاریخوں میں اس کو ہائے ہوز مان کر پانچ عدد شمار کئے ہیں۔

(۳) تاریخ وفات قاضی نصیر الدین صاحب چاندپوری: فَفِی رَحمَۃِ اللّٰہِ ھُم فِیھَا خٰلِدُونَ=۱۳۲۰ھ (آل عمران)

(۴) تاریخ وفات مولوی محمد لطیف صاحب قبلہ بچھرایونی (بمقام بریلی): ففی رحمۃ اللہ ھم فیھا خالدون=۱۳۲۱ھ اوپر کی تاریخ پر الف کا اضافہ ہے۔

(۵) تاریخ وصال حضرت تاج الاولیاء نظام الدین حسین شاہ صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز صاحبِ سجادۂ نیازیہ بریلی: اِنَّہٗ فِی الاٰخِرَۃِ لَمِنَ

الصّٰلِحِینَ=۱۳۲۲ھ (بقرہ رکوع ۱۶)۔ حضرت داغ دہلوی کی یہی تاریخ وفات ہے اور میں اس کو شائع بھی کرچکا ہوں۔ ان کا نام نواب میرزا داغ=۱۳۲۲ھ بھی ان کی تاریخ وفات ہے۔ اس کو میں نے ایک قطعہ میں نظم کرکے اسی زمانے میں اخبار دبدۂ سکندری رامپور میں چھپوادیا تھا۔

(۶) تاریخ وفات مولوی محمد علی صاحب قبلہ رئیس بچھراؤں ضلع مراد آباد: انه فی الاخرة لمن الصالحین=۱۳۲۳ھ (باضافہ الف صالحین)

(۷) تاریخ وفات نواب محسن الملک: أُولٰئِكَ يُدخَلُونَ الجنّةَ يُرزَقُونَ فِيهَا=۱۳۲۵ء (مومن رکوع ۵ پارہ ۲۴)

(۸) تاریخ وفات شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاءاللہ دہلوی: وَاِنَّهُ فِی الاخرة لَمِنَ الصّٰلِحِینَ=۱۳۲۸ھ (نمبر ۵ کی تاریخ میں و کا اضافہ ہے جو اس آیۂ کریمہ میں ہے)

(۹) تاریخ ولادت برادر خالہ زاد محمد عظیم الحق جنیدی: وَاجعلهُ ربَ رَضِیاً=۱۳۲۸ھ ان کا نام (محمد عظیم الحق جنیدی) بھی تاریخی ہے، یہی سنہ نکلتے ہیں۔ میرے والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ نے یہ نام رکھا تھا اگرچہ جنیدی کا لفظ تاریخ پوری کرنے کے لئے بڑھایا گیا ہے۔ لیکن سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے جو سلسلۂ چشتیہ کے ایک بزرگ ہیں اور عظیم الحق اسی سلسلے سے وابستہ ہیں۔ یہ اب بفضلہ تعالےٰ ڈبل ایم اے اور بی ٹی، اور حلیم انٹر کالج کانپور میں لکچرر اور "مآثر عجم" کے مصنف ہیں۔

(۱۰) تاریخ وفات منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی (استاد مولانا حسرت موہانی): لَهُم فِيهَا نَعِيم" مُقِيم" خٰلِدِينَ فِيهَا ابدا=۱۳۲۹ھ (توبہ رکوع ۳)۔ تسلیم کے متعدد قطعات وفات میرے دفتر تواریخ میں درج ہیں۔

(۱۱) تاریخ وفات حضرت ظہیر دہلوی (یادگار ذوق) جنّاتُ عدن

الَّتِی وَعَدَالرَّحمَانُ=۱۳۲۹ھ۔ قرآن کا املا جنّٰت اور الرحمٰن ہے۔ میں نے دونوں کو الف سے لکھا ہے۔

(۱۲) جب ۱۹۱۱ء (مطابق ۱۳۲۹ھ) میں ترکی واٹلی میں جنگ ہو رہی تھی اور طرفین کے مقتولوں کی خبریں آتی تھیں۔ یہ تاریخ کہی تھی: اِنَّ الاَبرَارَ لَفِی نَعِیمٍ وَّاِنَّ الفُجّارَلَفِی جَحِیم=۱۳۲۹ھ

(۱۳) تاریخ وفات شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد دہلوی: لھمد فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابدا=۱۳۳۰ھ نمبر ۱۰ میں الف کا اضافہ کردیا ہے۔

(۱۴) تاریخ وفات مولوی احمد علی صاحب قبلہ رئیس بچھراؤں: یَعمَلُونَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُم اَجراً کبیراً=۱۳۳۰ھ (بنی اسرائیل رکوع اول)

(۱۵) تاریخ وفات والد ماجد خود مولوی احمد حسن صاحب قبلہ بچھرایونی وکیل ریاست رام پور: ھُوَ خَیرٌ تَوَاباً=۱۳۳۱ھ (کھف رکوع ۵ پارہ ۱۵)

(۱۶) ایضاً تاریخ دیگر: فاولئك یَدخُلُونَ الجنة=۱۳۳۱ھ (نساء رکوع ۱۸ پارہ ۵) ۃ کے ۴۰۰ لئے ہیں۔

(۱۷) تاریخ وفات مولوی سلطان احمد صاحب قبلہ بچھرایونی: حَسنَت مُرتَفَقاً=۱۳۳۹ھ (کھف) سورہ کھف رکوع ۴ پارہ ۱۵ کی اس آیت میں اہل جنت کی نعمتیں گنا کر فرمایا ہے: نعمَ الثوابُ وحسنت مرتفقا، یعنی کیا اچھا بدلہ ہے، اور کیا اچھا آرام۔

(۱۸) تاریخ وفات مولوی قیام الدین صاحب قبلہ بچھرایونی: اُدخُلُوھَا خَالِدِینَ=۱۳۴۲ھ

(۱۹) تاریخ وفات حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ: اُولئك عَلَیھِم صَلَوٰتٌ مِن رَّبِّھِم وَرَحمَة=۱۳۴۴ھ (ایک عدد زائد ہے)

(۲۰) تاریخ وفات حکیم ضمیر احمد صاحب بچھرایونی: اِنَّ الْمُتَّقِینَ فِی مَقَامٍ اَمِینٍ فِی جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ = ۱۳۴۴ھ (دخان پارہ ۲۵)

(۲۱) تاریخ وفات مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی: وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقاً = ۱۳۴۵ھ (نمبر ۱۷ میں و کا اضافہ ہے جو آیت میں موجود ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا)

(۲۲) تاریخ وفات اہلیہ محترمہ منشی اخلاق علی صاحب قبلہ میرٹھی: وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ" = ۱۳۴۷ھ (غاشیہ پارہ ۳۰) اس میں ۃ کے ۴۰۰ عدد لئے ہیں۔

(۲۳) تاریخ وفات پروفیسر صدیق حسن بدایونی ایم اے: رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ = ۱۳۴۷ھ (ھود رکوع ۷ پارہ ۱۲) ایک اور تاریخ بھی خوب نکلی تھی۔ قربِ صدیقؓ ملے گا تجھے صدیق حسن = ۱۳۴۷ھ۔ یہ تاریخ فرید عالم چشتی (اچھے میاں) کی فرمائش سے کہی تھی۔ "دفتر تواریخ" میں درج ہے۔

(۲۴) میں نے اپنا نعتیہ کلام مرتب کیا اور اس کا تاریخی نام بیاض نعتیہ (۱۳۴۸ھ) رکھا۔ بیاض کے سرورق پر اس آیت سے تاریخ نکال کر درج کی: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ = ۱۳۴۸ھ

(۲۵) تاریخ تعمیر مسجد: وَیُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا = ۱۳۴۹ھ۔ (نور رکوع ۵ پارہ ۱۸) اس آیت میں مساجد کا ذکر ہے کہ وہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور اس کی پاکی بیان کی جاتی ہے۔

(۲۶) تاریخ وفات مولوی نصیر عالم صاحب قبلہ بچھرایونی: فضلہ کَانَ عَلَیْکَ کَبِیْراً = ۱۳۴۹ھ (بنی اسرائیل رکوع ۱۰ پارہ ۱۵)۔

(۲۷) تاریخ مناظرۂ اہل اسلام و مخالفین اسلام: اِنَّا وَاِیَّاکُمْ لَعَلٰی ھُدًی اَوْ فِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ = ۱۳۴۹ھ۔ (ترجمہ: دیکھیں ہم میں تم میں کون ہدایت پر ہے اور کون کھلی گمراہی میں)

(۲۸) تاریخ نکاح برادر عزیز مولوی محمد طاہر فاروقی ایم اے۔ پروفیسر آگرہ کالج ورجسٹرار "جامعہ اردو" (اردو یونیورسٹی) آگرہ: یَستبشِرُونَ بنعمَةٍ مِنَ اللّٰہِ=۱۳۵۱ھ (ال عمران رکوع ۸)۔ یعنی وہ اللہ کی جانب سے نعمت کی بشارت پاتے ہیں۔

(۲۹) تاریخ وفات مولوی محمود الحسن صاحب بچھرایونی کورٹ انسپکٹر پنشنر: لَایُضِیعُ اَجرَ المُؤمِنِینَ=۱۳۵۲ھ

(۳۰) تاریخ وفات مولوی حسن احمد صاحب و مولوی محمد احمد صاحب بچھرایونی (دونوں چچازاد بھائی تھے اور چند روز کے پس و پیش سے انتقال فرمایا): لَایُضِیعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنکم=۱۳۵۲ھ (ال عمران رکوع ۱۱)

(۳۱) تاریخ بلوۂ آگرہ: اِنْ هم اِلّا کالاَنعامِ بَل هُم اَضلُّ سَبِیلاً=۱۳۵۲ھ یعنی وہ نرے حیوان ہی ہیں، بلکہ حیوانوں سے بڑھکر گمراہ۔

(۳۲) تاریخ وفات سید نظام الدین شاہ دلگیر اکبر آبادی: عِندَہٗ اَجرٌ عَظِیم=۱۳۵۳ھ

(۳۳) تاریخ وفات مولانا شوکت علی: وَارحَمناَ اَنتَ مولاَنَا فَانصُرنَا=۱۳۵۷ھ

(۳۴) تاریخ وفات ڈاکٹر اقبال: بِفَاکِھَةٍ کثیرَةٍ وَّشَرَابٍ=۱۳۵۷ھ (ص رکوع ۴ پارہ ۲۳)۔

(۳۵) دوسری تاریخ: لَذَّةً لِلشّٰرِبِینَ=۱۳۵۷ھ

(۳۶) تاریخ وفات مولوی ضیاء الاسلام صاحب امام جامع مسجد آگرہ: اِنَّکَ غَفُور=۱۳۵۷ھ (ابراھیم رکوع ۶)

(۳۷) میں نے اپنے بڑے لڑکے ساجد حسن قادری کی دُلھن کی فرمایش سے ایک بیاض میں مختلف اچار چٹنی کے نسخے جمع کیے تھے۔ اس کا ٹائٹل پیج لکھتے وقت خیال آگیا اور قرآن مجید سے نہایت موزوں تاریخ نکل آئی:

کلُوا وَاشرَبُوا ولَاتُسرِفُوا = ۱۳۵۷ھ۔ پھر میں نے پورا سرورق تاریخوں سے مرتب کر دیا (جو میری دوسری بیاض تواریخ میں منقول ہے)۔ کتاب کا نام۔ فرمائش والی کا نام۔ اپنا نام، حتیٰ کہ تاریخ تحریر، سب میں تاریخیں نکالیں۔ اپنا حوالہ لکھا: "مرتب کردۂ حامد حسن قادری" (۱۳۵۷ھ)۔ تاریخ تحریر کی تاریخ عجیب وجدید تھی۔ یعنی: بتاریخ ۸ر جمادی الاولیٰ (۱۳۵۷ھ)۔ اس میں مہینے کی تاریخ حسب معمول ہندسے میں لکھ کر اس کے ۸ عدد لئے تھے۔

(۳۸) تاریخ وفات منشی خلیل الرحمٰن صاحب مترجم اخبار الاندلس: وَالَایُضِیعُ اَجرَالمُؤمِنِین = ۱۳۵۸ھ۔ نمبر ۲۹ پر و کا اضافہ ہے جو آیت میں ہے۔

(۳۹) تاریخ وفات عزیزۂ صالحہ حاجیہ اہلیہ مولوی محمد طیب کرتپوری: نَاعِمَۃ" لِسعیِھا رَاضیَه = ۱۳۵۸ھ۔ اس مرحومہ کے لیے کئی قطعات تاریخ فارسی و اردو میں لکھے تھے۔ ایک قطعہ میں دو تاریخیں بہت بیساختہ آگئی تھیں آخری شعر یہ تھا:

ایک مصرع میں دو ہیں تاریخیں "نور تربت میں"۔ "حور خدمت میں"

۱۳۵۸ھ ۱۳۵۸ھ

(۴۰) تاریخ وفات مولانا احسن مارہروی: اِتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰہ یحِبُّ المُتَّقِین = ۱۳۵۹ھ

(۴۱) تاریخ وفات جسٹس سرشاہ سلیمان: اِرحمنَا اَنتَ مولٰنا فَانصُرنَا = ۱۳۶۰ھ

(۴۲) تاریخ وفات ہمشیرہ مولوی محمد مظفر علی صاحب طالب ایم اے ٹیچر سینٹ جانس ہائی اسکول آگرہ: اَیتُّھَاالنَّفسَ المُطمئنَّۃُ ارجعِی اِلی رَبِّک = ۱۳۶۰ھ۔ اس آیت میں شروع کا یا چھوڑنے کے علاوہ املا میں بھی اتنا

فرق کر دیا ہے کہ قرآن مجید میں المطمئنة (ہمزہ کے شوشے کے ساتھ) لکھا ہوا ہے۔ لیکن شوشہ لکھنے سے ہی مان کر ۱۰ اعدد لینے پڑتے، اس لئے میں نے شوشہ نہیں لکھا۔ شوشہ نہ لکھنے کا جواز قرآن مجید کے املا سے اکثر ثابت ہوتا ہے جیسا تمہید میں ذکر کیا گیا۔

(۴۳) تاریخ وصال حضرت الحاج پیر حیات محمد صاحب نقشبندی جماعتی سیالکوٹی قدس سرہ خلیفہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم امیر الملۃ والدین شہنشاہ علی پوری دامت برکاتہم وارواحنا فداہم: وَاِنَّ لِلمُتَّقِینَ لَحسَنَ ماب جَنّٰت = ۱۳۶۱ھ

اَیضاً مِن اِلهَامِ القُرَان

۱۳۶۱ھ

بابت

سنہ عیسوی

(۴۴) تاریخ وفات حضرت امیر مینائی لکھنوی: وَلَلاَخِرةُ خیر" لَك مِنَ الاُولیٰ = ۱۹۰۰ء

(۴۵) تاریخ وفات حکیم عبدالمجید خاں دہلوی: وَاِنِّیْ لَغفَّار" لمِن تَابَ = ۱۹۰۱ء (طٰہٰ رکوع ۴ پارہ ۲۰)

(۴۶) تاریخ وفات فیروز شاہ خاں رامپوری تلمیذ حضرت داغ دہلوی: مَن اِتَّقٰی وَاَصلَحَ فَلاَ خَوف" عَلِیهِم وَلاَهُم یَحزَنُونَ = ۱۹۰۱ء (اعراف رکوع ۴ پارہ ۸)۔ ان تینوں بزرگوں کی اور تاریخیں بھی فارسی اردو میں لکھی تھیں جو بیاض اول "دفتر تواریخ" میں درج ہیں۔ امیر صاحب اور حکیم صاحب کے مقابلے میں فیروز شاہ خاں بظاہر ایسے ممتاز نظر نہ آئیں گے کہ میں ان کی تاریخ کہتا، لیکن اتفاق سے مجھے ان دونوں سے زیادہ ان سے تعلق تھا۔ میں رام پور

میں تھا اور چھوٹے چچا میاں مرحوم مولوی محمد محسن صاحب فاروقی قبلہ کے فیروز شاہ خاں بڑے گہرے دوست تھے۔ مکان پر آنا جانا کھانا پینا تھا۔ چچا میاں کے ساتھ مشاعروں میں شریک ہوتا تھا اور فیروز شاہ خاں کا کلام سنتا تھا۔ ان لوگوں کی ایک بزم احباب قائم تھی۔ اس کے فیروز شاہ خاں سکریٹری تھے۔ ان کے انتقال کے بعد چچا میاں سکریٹری ہوئے "بزم احباب" کے تقریباً ہر جلسے میں میں بھی جاتا تھا اس لئے فیروز شاہ خاں کی مرگ ناگاہ کا مجھ پر بھی بہت اثر ہوا تھا۔

(۴۷) تاریخ وفات منشی غلام صفدر صاحب قبلہ بچھرایونی نائب میر منشی لیفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی الہ آباد: اَمَّا مَن اعطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بالحُسنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلیُسریٰ= ۱۹۰۵ء۔ مرحوم سخاوت و خدمت خلق میں مشہور تھے۔

(۴۸) تاریخ وفات منشی غلام غوث صاحب بے خبر میر منشی لیفٹیننٹ گورنر الہ آباد: وَلَن یُؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفساً اِذَا جَاءَ اَجَلُھَا= ۱۹۰۵ء (مُنٰفِقُون آخری آیت پارہ ۲۸)

(۴۹) تاریخ وفات حضرت مولوی مظہر اللہ صاحب قبلہ بچھرایونی ڈپٹی کلکٹر و ممبر کونسل ریاست رام پور: اِنَّ الفَضلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَشَاءُ= ۱۹۰۶ء

(۵۰) تاریخ کامیابی برادران عزیز مولوی عابد حسن فریدی (ایم اے ایل ٹی) و مولوی ظہیر عالم چشتی (بی اے ایل ایل بی): فَرِحِینَ بِمَا اٰتٰھُم اللّٰہ مِن فَضلِہ= ۱۹۰۸ء (ال عمران رکوع ۸)

(۵۱) تاریخ وفات چند اعزہ و احباب جن کا بخار فصلی میں ساتھ انتقال ہوا: اُولٰئک لَھُم مَغفِرَۃٌ" وَاَجرٌ" کَبِیر"= ۱۹۰۹ء (ھود رکوع ۲ پارہ ۱۲)

(۵۲) تاریخ وفات شمس العلماء ڈاکٹر سید علی بلگرامی: اِنَّ اَصحَاب

الجنّۃِ الیومَ فِی شُغُلٍ فَاکِھُون=۱۹۱۱ء(یٰسٓ)

(۵۳) ۱۹۱۲ء میں میرے وطن قصبہ بچھراوں ضلع مراد آباد میں طاعون پھیلا۔ بہت سے اعزہ احباب کا چند ہفتوں میں انتقال ہو گیا میں نے تاریخ کہی: وَارحَمنَا وَاَنتَ خیرُ الرّٰحِمِینَ=۱۹۱۲ء(مومنون رکوع ۶)

(۵۴) تاریخ وفات علامہ شبلی نعمانی: لَنِعمِ دَارُالمُتَّقِینَ جنّٰۃُ عَدن یَّدخُلُونَھَا=۱۹۱۴ء (نحل رکوع ۴) قرآن مجید کا املا جنّٰت ہے۔ میں نے ۵ عدد لینے کے لیے جنّۃ لکھدیا ہے۔

(۵۵) تاریخ وفات مولانا حالی: فَبَشِّرہُ بمَغفِرۃٍ=۱۹۱۴ء(یٰسٓ)

(۵۶) ایضاً تاریخ دیگر: وَمَغفِرَۃٌ وَّرِزقٌ کریم=۱۹۱۴ء

(۵۷) تاریخ وفات خواجہ غلام الثقلین نبیرۂ مولانا حالی: سَیُوتِینَا اللّٰہُ مِن فَضلِہٖ وَرَسُولَہٗ=۱۹۱۵ء(توبہ رکوع ۷ پارہ ۱۰)

(۵۸) تاریخ وفات نواب وقارالملک: جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ لَّاتَسمَعُ فِیھَا لَاغِیہ=۱۹۱۷ء(غاشیہ)

(۵۹) تاریخ صحت یکے از اعزۂ خود: فَاستَجبنَا لَہٗ وَنَجَّینٰہُ مِنَ الغَمِّ=۱۹۱۷ء (انبیاء رکوع ۶) یعنی "ہم نے اس کی سن لی اور اس کو غم سے نجات دی" یہ حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔

(۶۰) تاریخ وفات استاذی منشی امتیاز احمد خاں صاحب راز رام پوری (عرف پیارے خاں) تلمیذ امیر مینائی: خَیرٌ مُّستَقَرًّا وَّاَحسَنُ مَقِیلاً=۱۹۱۷ء (فرقان رکوع ۳)۔ یعنی "ٹھکانا بھی بہتر سے بہتر اور خوابگاہ بھی عمدہ سے عمدہ۔"

(۶۱) تاریخ وفات مولوی بشیر احمد صاحب قبلہ بچھراونی بمقام کرتپور: تِلکَ الدَّارُالاٰخِرَۃ=۱۹۱۸ء(قصص رکوع ۸ پارہ ۲۰)

(۶۲) تاریخ ولادت دختر خود: ھٰذَا مِن فَضلِ رَبِّی=۱۹۸۱ء

(۶۳) تاریخ وفات مولوی سید احمد صاحب دہلوی مولف "فرہنگ آصفیہ": اِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضلٍ=۱۹۱۹ء (نحل رکوع۶ پارہ ۲۰)

(۶۴) تاریخ وفات اہلیہء مولوی سلطان حسن صاحب بچھرایونی بنت مولوی حشمت علی صاحب قبلہ بچھرایونی: مَن زُحزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدخلَ الجنَّتَ فَقَدْ فَازَ=۱۹۱۹ء (ال عمران رکوع۱۹ پارہ ۴)

(۶۵) تاریخ وفات حضرت مولانا مولوی عمادالدین صاحب بچھرایونی نقشبندی مجدّدی رحمتہ اللہ علیہ: وَلَنِعم دَارُ المُتَّقِینَ جَنّٰتُ عَدن یَّدخُلونَهَا=۱۹۲۰ء (تاریخ نمبر۵۴ پر و کا اضافہ ہے جو نحل کی اس آیت میں ہے)

(۶۶) تاریخ وفات حضرت اکبر الہ آبادی: اِنَّ الذِینَ اٰمَنُو وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوبیٰ لَهُم وَحُسن مٰاب=۱۹۲۱ء (رعد رکوع۴ پارہ ۱۳)

(۶۷) تاریخ وفات حضرت شاہ فاروق حسن صاحب صابری مالک و مدیر اخبار دبدبہ سکندری رام پور: اِنَّ الذِینَ اٰمَنُو وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوبیٰ لَهُم وَحسن ماب=۱۹۲۲ء (اوپر کی تاریخ میں یہاں صالحت لکھکر ایک الف بڑھادیا ہے) ان کی ایک اور تاریخ بھی اچھی نکلی تھی: کہ "بافاروقؓ امیدِ حشر فاروق=۱۳۴۰ھ

(۶۸) تاریخ وفات مولوی جمیل الرحمٰن صاحب فرزند ثانی رئیس اعظم مولوی ابراہیم علی صاحب: وسیجنبها الاتقیٰ الذی یؤتی ماله=۱۹۲۲ء (لیل پارہ ۳۰)

(۶۹) تاریخ وفات عم محترم مولوی حاجی حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ بچھرایونی: فسوف نوتیه اجراً عظیماً=۱۹۲۳ء (نساء رکوع۹ پارہ ۵)

(۷۰) تاریخ وصال حضرت سراج السالکین شاہ محی الدین احمد صاحب نیازی نظامی بریلوی قدس سرہ العزیز: ادخلنهم فی رحمتنا انهم

من الصلحین = ۱۹۲۴ء (انبیاء رکوع ۶ پارہ ۱۷) ایک قطعہ تاریخ بھی کہا تھا۔ مصرع تاریخ یہ تھا: "اولیا را درّۃ التاج آمدی" = ۱۳۴۳ھ

(۷۱) تاریخ وفات عم معظم مولوی حاجی خلیل الرحمٰن صاحب قبلہ بچھرایونی: وان ربك لذو فضلٍ = ۱۹۲۵ء (تاریخ نمبر ۶۳ پر و کا اضافہ ہے جو سورۂ نحل کی اس آیت میں موجود ہے)

(۷۲) تاریخ وفات عم مکرم مولوی حاجی محمد حسن صاحب قبلہ نقشبندی مجددی بچھرایونی: ادخلنا هم فی رحمتنا انهم من الصالحین = ۱۹۲۶ء (تاریخ نمبر ۷۰ میں ادخلنا اور صالحین کو الف سے لکھ کر ۲ عدد بڑھا لیے ہیں)

(۷۳) تاریخ وفات مولوی سراج احمد صاحب قبلہ بچھرایونی: ربنا واغفرلنا وارحمنا = ۱۹۲۷ء۔ حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی کی بھی یہی تاریخ ہے اور میں اس کو شائع کر چکا ہوں۔

(۷۴) تاریخ شکست اہل بُطلان درہنگامہ کانپور: وتذل من تشاء = ۱۹۶۷ء۔ اسی ہنگامہ میں فتح اہل ایمان کی تاریخ بھی اسی آیت کے پہلے حصہ سے نکالی تھی، لیکن اس میں کچھ اضافہ کیا تھا، اس لئے بجنسہ کلام الٰہی نہ رہا۔ وہ مادّۂ تاریخ یہ تھا: یااللّٰہ تعز من تشاء = ۱۳۴۵ھ

(۷۵) تاریخ شہادت پیرزادہ سید محمد صادق صاحب دہلوی (خواجہ حسن نظامی کے خسر): کل نفس ذائقة الموت = ۱۹۲۸ء (ۃ کے ۴۰۰ لئے ہیں۔ اس تاریخ کے لکھنے کا سبب یہ تھا کہ اس زمانہ میں خواجہ صاحب کا اخبار منادی میرے پاس آتا تھا اس میں پیرزادہ صاحب کا واقعہ دیکھا کہ راستے میں دشمنوں نے یکایک حملہ کر کے شہید کر دیا۔ ایک تاریخ عربی کے مصرع میں نکالی ہے: "ان له خیر الجزا عند الملیك المقتدر" = ۱۹۲۸ء (اس میں جزا کا لفظ بغیر ہمزۂ آخری کے نظم ہو سکا۔ صرف مصرع تاریخ کے خیال سے اس

بے قاعدگی کو روا رکھا ہے) سنہ ہجری کا بھی ایک قطعہ اردو میں کہا تھا اور منادی میں چھپوایا تھا۔ آخری شعر یہ تھا:

مردانہ جودی ہے جاں انھوں نے تاریخ ہوئی ہے "فخر سادات"
۱۳۴۶ھ

(۷۶) تاریخ وفات ہمشیرزادۂ خود عزیزی شاہد علی: ان اللہ غفور شکور=۱۹۲۹ء (شوریٰ)

(۷۷) تاریخ وفات عم مکرم مولوی محمد محسن صاحب فاروقی نقشبندی مجددی پروفیسر عربی اسلامیہ کالج پشاور (بمقام آگرہ): وادخلنھم فی رحمتنا انھم من الصلحین=۱۹۳۰ء (تاریخ نمبر ۷۰ کے شروع میں و بڑھادیا ہے جو سورۂ انبیاء کی اس آیت میں موجود ہے)

(۷۸) تاریخ وفات مولانا محمد علی رئیس الاحرار: علیھم صلوت من ربھم ورحمة واولئك ھم المھتدون=۱۹۳۱ء

(۷۹) تاریخ وفات حضرت مولانا مفتی نثار احمد صاحب کانپوری نقشبندی جماعتی مفتی مسجد جامع آگرہ (دراثنائے سفر حرمین شریفین بمقام جدہ): تلك عقبی الذین اتقوا=۱۹۳۱ء (رعد رکوع ۵)

(۸۰) تاریخ وفات مولوی عزیزالرحمٰن و مولوی محبوب الرحمٰن بچھرایونی (دونوں بھائی تھے۔ چند ہفتوں کے پس و پیش سے وفات پائی): ھم خیر البریة جزاؤھم عند ربّھم=۱۹۳۱ء (بینہ پارہ ۳۰) اس میں بریة کی ۃ کے ۴۰۰ عدد لیے ہیں۔ جزاؤھم میں و قرآن مجید میں لکھا ہوا ہے۔ اس لیے اس کو شمار کیا گیا ہے۔

(۸۱) تاریخ وفات سید ناصر نذیر فراقؔ دہلوی (از خاندان حضرت خواجہ میر درد رحمتہ اللہ علیہ): المتقین فی جنت ونھر فی مقعد صدق=۱۹۳۳ء (قمر آخری آیت پارہ ۲۷)

(۸۲) تاریخ وفات برادر مکرم مولوی حافظ سعید الرحمٰن صاحب بچھرایونی: المتقین فی جنات ونھر فی مقعد صدق = ۱۹۳۴ (اوپر کی تاریخ میں یہاں جنات الف سے لکھدیا ہے) حضرت ریاض خیر آبادی کی بھی یہی تاریخ ہے۔

(۸۳) تاریخ وفات مولوی منصور الحق صاحب علی گڈھی: یؤت الله المومنین اجراً عظیماً = ۱۹۳۵ء (نساء رکوع ۲۱ پارہ ۵)۔

(۸۴) تاریخ وفات علامہ راشد الخیری دہلوی: لاخوف علیکم ولاانتم تحزنون = ۱۹۳۶ء (اعراف)

(۸۵) تاریخ وفات مولوی نور الحسن صاحب نیّر کاکوروی مولف "نور اللغات" (خلف حضرت مولوی محسن کاکوروی رحمتہ اللہ علیہ): ادخلی فی عبادی وادخلی جنتی = ۱۹۳۶ء

(۸۶) تاریخ حج وزیارت مولانا سعادت اللہ اسرائیلی سنبھلی مع اہلیہ و فرزند: کان ذالك فوزاً عظیماً = ۱۹۳۷ء

(۸۷) دوسری تاریخ: ذٰلك ھوالفوزالعظیم = ۱۹۳۷ء (مومن رکوع اول پارہ ۲۴) ان دونوں تاریخوں میں ذالك الف کے اضافے کے ساتھ لکھا ہے۔ قرآن مجید میں ذٰلك لکھا جاتا ہے۔

(۸۸) تاریخ وفات عم مکرم مولوی محمد مہدی صاحب قبلہ نیازی نظامی: لاتینٰھم من لدنا اجراً عظیماً = ۱۹۳۷ء (نساء رکوع ۹)

(۸۹) تاریخ وفات مولوی ضیاء الاسلام صاحب امام جامع مسجد آگرہ: الذین یرثون الفردوس = ۱۹۳۸ء (مومنون پارہ ۱۸)۔ امام صاحب کی ایک تاریخ وفات سنہ ہجری کی نمبر ۳۶ پر درج ہوئی ہے۔

(۹۰) تاریخ وفات حضرت صاحبزادہ سید محمود حسین شاہ صاحب علی پوری برادر زادۂ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم شہنشاہ علی پوری روحی فداہم: یعملون

الصلحت ان لهم اجراً حسناً ماکثین فیه ابداً = ۱۹۳۹ء (کھف رکوع اول پارہ ۱۵)۔

(۹۱) تاریخ وفات مولوی طفیل احمد صاحب قبلہ و مولوی عبدالحفیظ صاحب قبلہ علی گڑھی: لحسن ماٰب جنت عدن مفتحۃً لهم الابواب متکئین = ۱۹۳۹ء (ص رکوع ۴ پارہ ۲۳)۔ یہ دونوں بزرگ ہمسر و ہمزلف تھے اور صرف ایک دن کے پس و پیش سے وفات پائی۔

(۹۲) تاریخ وفات محمد نذیر صاحب جلیسری و دختر ایشان: الذین تتوفٰهم الملٰئكة طيبين = ۱۹۳۹ء (نحل رکوع ۴ پارہ ۱۴)

(۹۳) "سالِ وفاتِ حاجی ماسٹر نواب دین نقشبندی" (= ۱۹۴۰ء): الذین تتوفٰهم الملائکة طیبین = ۱۹۴۰ء۔ (اوپر کی تاریخ میں ملائکہ کو الف سے لکھدیا ہے۔ قرآن میں اسی طرح ہے جیسا اوپر لکھا گیا لیکن مشہور املایہ ہے)۔ ماسٹر نواب دین صاحب ۱۳۵۰ھ میں سفر حج میں ہمارے ساتھ حضرت قبلۂ عالم روحی فداہم کے ہمرکاب تھے۔ حضرت کے بڑے عاشق اور محبوب تھے اپنے وطن سیالکوٹ میں ۲۳ مئی کو حرکت قلب بند ہو جانے سے یکایک انتقال کیا۔ ہم اس زمانے میں علی پور شریف حاضر تھے۔ ۲۴ کو صبح بعد نماز فجر مرحوم کی کار لے کر ان کے ایک عزیز آئے حضرت کو اطلاع کی۔ حضرت کار میں نماز جنازہ پڑھانے کے لیے سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ میں ریل میں پہنچا۔

(۹۴) لاہور میں علم الدین شہید کا شاندار مقبرہ بنایا گیا ہے۔ انھوں نے لاہور کے ایک مشرک بدزبان مصنف "رنگیلے رسول" کو قتل کر دیا تھا اور پھانسی پائی تھی تعمیر مقبرہ کے مہتمم ہمارے پیر بھائی مستری الٰہی بخش تھے۔ انھوں نے علی پور شریف میں مقبرہ کا تذکرہ کیا۔ میں نے تعمیر مقبرہ کی یہ تاریخ پیش کر دی: لاتقولو المن يقتل فی سبیل الله اموات = ۱۹۴۰ء

(۹۵) تاریخ تعمیر مسجد بفرمائش محمد شفیع صاحب، پروفیسر، اسلامیہ کالج، پشاور: رحمت ربك خیرممایجمعون = ۱۹۴۰ء (زخرف پارہ ۲۵)۔ اس تاریخ کو انعقاد محفل میلاد شریف کے اعلان میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

(۹۶) میرے متعدد اعزہ کا چند ہفتوں میں انتقال ہو گیا، یعنی پہلے چھوٹی خالہ، پھر ماموں زاد بھائی مولوی ظہیر عالم اور ان سے ۲۴ گھنٹے پہلے ان کی والدہ پھر چند روز بعد پھوپی زاد بھائی مولوی ظہور احمد (اچھن)۔ میں نے ایک تاریخ "حادثاتِ موت" (۱۳۶۰ھ) کہی۔ اور قرآن مجید سے یہ تاریخ نکالی: قدجائتکم موعظة من ربکم = ۱۹۴۱ء (یونس رکوع ۶ پارہ ۱۱)

(۹۷) دوسری تاریخ اس آیت سے نکالی: اولئك هم الرّشدون فضلاً من اللهِ ونعمةً = ۱۹۴۱ء (حجرات رکوع اول)

(۹۸) تیسری تاریخ نمبر ۹۲، نمبر ۹۳ سے اس طرح نکالی: الذین تتوفاهم الملائکة طیبین = ۱۹۴۱ء۔ ایک ہی آیت سے باختلاف املا یہ تیسری تاریخ ہے۔

(۹۹) چوتھی تاریخ کے لیے تاریخ نمبر ۹۰ کو اس طرح لکھا: یعملون الصالحات ان لهم اجراً حسناً ماکثین فیه ابداً = ۱۹۴۱ء

(۱۰۰) میں اگست ۱۹۴۱ء میں بڑی حکیموں کی گلی میں آکر مقیم ہوا اور مکان کے سامنے والی مسجد میں جانا شروع کیا تو محلّے کے سب سے بڑے بوڑھے حاجی ناصر علی خاں صاحب (فرزند ثانی صوفی احمد خاں مالک مطبع مفید عام آگرہ) سے اکثر ملاقات ہوئی۔ یہ بزرگ باوجود نہایت ضعیف اور پیر خرف اور معذور و مرفوع القلم ہونے کے، نماز کے لیے پانچوں وقت ہر موسم میں مسجد کی حاضری کے نہایت سختی سے پابند ہیں۔ ان کی ایک ممتاز خصوصیت یہ دیکھی کہ دُعا بڑی لمبی چوڑی مانگتے ہیں، وہ بھی صرف نماز کے بعد نہیں،

بلکہ جس کسی سے جہاں کہیں ملتے ہیں اہل محلّہ و اہل شہر، بلکہ تمام اہل اسلام کے لیے دعا کرتے ہیں۔ ان کا یہ وصف دیکھ کر میرا ذہن ان الفاظ قرآن مجید کی طرف منتقل ہوا اور اتفاق سے پورے سنہ نکل آئے: فذو دُعاءٍ عریضٍ = ۱۹۴۱ء (حٰم سجدہ رکوع اوّل پارہ ۲۵)

(۱۰۱) تاریخ وفات فانی بدایونی و مرزا عظیم بیگ چغتائی اکبر آبادی: یلقون فیها تحیة وسلٰماً خٰلدین = ۱۹۴۱ء (تحیۃ کی ۃ کے ۴۰۰ عدد لیے ہیں۔) ان دونوں کا ساتھ انتقال ہوا ہے۔

(۱۰۲) ایک خاص ہنگامہ پر اعدائے اسلام کی ایزا رسانی و سزائے موت کی تاریخ کہی تھی: واولئك لهم عذاب عظيم = ۱۹۴۱ء (ال عمران رکوع ۱۰)

(۱۰۳) تاریخ وفات خان بہادر بھیا بشیر الدین صاحب رئیس اعظم لال کرتی، میرٹھ: مٔومناً قدعمل الصلحت فاولئك لهم الدرجات العلى = ۱۹۴۲ء (طٰہٰ رکوع ۳ پارہ ۱۶) ان کے نواسے منظور محی الدین سینٹ جانس کالج میں بی اے میں پڑھتے تھے۔ ان کی فرمائش سے کہی تھی۔

(۱۰۴) تاریخ وفات خواجہ صدیق حسین صاحب مالک مطبع آگرہ اخبار: المتقين فى ظلالٍ وعيونٍ وفواكه = ۱۹۴۲ء (مرسلٰت آخری رکوع پارہ ۲۹)

(۱۰۵) تاریخ وفات مولوی عبدالعزیز صاحب قبلہ علی گڈھی: یلقون فيها تَحِيّة وسلاماً خلدين = ۱۹۴۲ء (نمبر ۱۰۱ میں سلاما کو الف سے لکھدیا ہے)

(۱۰۶) تاریخ وفات مفاجات سر محمد یعقوب و سر سکندر حیات خاں: اولئك هم الراشدون فضلاً من الله ونعمةً = ۱۹۴۲ء (تاریخ نمبر ۹۷ میں راشدون کو الف سے لکھدیا ہے)

(۱۰۷) تاریخ وفات حاجی حافظ غلام مصطفٰے صاحب (بمقام علی پور شریف): وذلک ھو الفوز العظیم = ۱۹۴۲ء (مومن رکوع اول پارہ ۲۴)۔ یہ تاریخ نمبر ۸۷ پر بھی درج ہے وہاں ذالک کو الف سے لکھا ہے۔ یہاں حسب قاعدہ بغیر الف کے لکھ کر ابتدا میں و کا اضافہ کیا ہے جو اس آیت میں موجود ہے۔ حافظ غلام مصطفٰے صاحب اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم شہنشاہ علی پوری دامت برکاتہم کے ایسے عاشق تھے کہ ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے کہ حضور کے قدموں میں موت آئے۔ جب کبھی علی پور شریف حاضر ہوتے تھے حضرت کے صاحبزادگان والا تبار وغیرہ سے اس تمنا کا اظہار کرتے تھے۔ اس مرتبہ ذی الحجہ میں قبل عید شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک شب کو (۶ ذی الحجہ) دو تین گھنٹے علیل رہ کر انتقال کیا۔ حضرت نے نماز جنازہ پڑھائی اور دفن میں شریک رہے۔ میں نے ایک اردو کے قطعہ تاریخ میں یہ حالات نظم کئے اور اس آیہ کریمہ کی تاریخ کو بھی دوسرے عربی کے قطعہ میں نظم کیا۔ دوسرے مجموعہ تواریخ میں سب تاریخیں درج ہیں۔ عربی کے دو شعر یہ تھے:

جاء فی ارض علی بور لقاء شیخه　　مات عندالشیخ الکریم ابن الکریم
قال الھم لبیک اذا جاء الاجل　　قُلتُ تاریخا وذلک ھو الفوز العظیم

اقراء بسم ربك الجليل سبحانه وتعالیٰ

۱۳۷۳ھ

تواریخ کامیابی مولوی حاجی محمد فیاض الدین صاحب رامپوری

درامتحان عالم الہ آباد بعمر ۶۵ سال

(۱)

نوجوان لیں سبق اِن بوڑھوں سے — شوق وہمت میں ہیں کامل فیاض
امتحاں پاس کیا عالم کا — پیر ہوکر ہیں جوان دل فیاض
"زندگی زندہ دلی کا ہے نام" — ہیں اسی قول پہ عامل فیاض
منشی و کامل و اعلیٰ قابل — ہیں ان اسناد کے حامل فیاض

میں نے تاریخ جو پوچھی دل سے
بول اٹھا: "عالم فاضل فیاض"

۱۹۴۳ء

(۲)

نکلی مشہور مثل آج غلط — دیکھو کیا کرتے ہیں بوڑھے توتے
یہ دل شاد سے نکلی تاریخ — کہ "پڑھا کرتے ہیں بوڑھے توتے"

۱۹۴۳ء

تاریخ وفات ہمشیرہ ماسٹر جعفر علی صاحب، حلیم کالج کانپور

الٰہی رہے قبر اس کی منور — تری رحمتیں روح پر اس کی نازل
یہ تاریخ رحلت لکھی قادری نے — کہ "توصیف مرحومہ فردوس منزل"

۱۳۶۲ء

تاریخ مجموعۂ نظم شکیل بدایونی
(مجموعہ میں شائع ہو گئی ہے)

چھپ گیا مجموعہ نظم شکیل خوش نوا
شاعری کی اس میں ہیں کیا کیا چمن آرائیاں

اہل دل ہر نظم میں دیکھیں گے دل کی دھڑکنیں
پائیں گے اہل نظر تخیئل کی گہرائیاں

ہیں نشاط افزائیاں کیا کیا ہر اک اسلوب میں
ہر زمین و وزن میں کیا کیا ہیں ترنم زائیاں

"میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے"
دیکھنا ہر شعر کی لذت کی یہ گیرائیاں

مجھ سے بھی اے قادری فرمائش تاریخ ہے
ہیں یہ میرے حال پر ان کی کرم فرمائیاں

ان کے مجموعے میں جو کچھ ہے، وہی تاریخ ہے
فکر کی آرائشیں کُل، شعر کی رعنائیاں

۱۹۴۴ء

تواریخ وفات "بھائی جی" قاضی حفیظ الدین صاحب رہتکی

بسم اللہ الباقی العظیم

۱۳۶۳ھ

"آرام گاہ جناب مولانا حفیظ الدین علیہ الرحمہ"

۱۹۴۴ء

"خلیفۂ مجاز محبوب زبدۃ الاولیاء قبلہ عالم علی پوری ارواحنا فداھم"

۱۹۴۴ء

ربکم ذو رحمۃ واسعۃ

۱۳۶۳ھ

حضرت قاضی حفیظ الدین تھے — پیشوائے سالکاں، ہادی دیں
باخدا و حاجی بیت الحرام — زائر دربار ختم المرسلین
قبلۂ عالم علی پوری سے تھا — ان کو حاصل فیض عرفان و یقیں
فیض ان کا عُروۃ الوثقائے دہر — خُلق ان کا خلق کو حبل المتیں
وعظ ان کا روح پرور، جاں نواز — بات ان کی دل کے اندر جاگزیں
عشق شیخ ایسا کہ مشکل ہے مثال — جذب دل ایسا کہ دیکھا ہی نہیں
عشق کی بجلی بھری تھی جسم میں — لگ گیا ہاتھ اور تڑپ اٹھے وہیں
چلتے پھرتے، بات کرتے دفعۃً — نعرۂ اللہ تھا کیا دل نشیں
ڈھونڈو عالم میں، نہ پاؤ گے مگر — باہمہ و بے ہمہ ایسا کہیں
وہ صفائے دل کہ فخر الاصفیا — اور تقوےٰ وہ کہ راس المتقیں
خود علائق سے مجرد بھی رہے — صاحب تجرید بھی تھے بالیقیں
شغل ان کا روز و شب، شام و سحر — خدمت مخلوق رب العالمیں
اک جہاں کا درد ان کے دل میں تھا — ہو کسی کا غم، وہ ہوتے تھے حزیں
کوئی ہو، کیسا ہی مشکل کام ہو — وہ بجز 'ہاں' کے، نہ کرتے تھے 'نہیں'

دہلی و رہتک کی سب تاریکیاں — ان کے نور دل سے روشن ہوگئیں
آگرہ میں بھی ہے جاری انکا فیض — تھے یہاں وہ ناظم دین مبین
تھی رفیقوں کو بھی تاکید نماز — اور یہی ان کا عمل تھا آخریں
کی نماز شب کی نیت باندھ کر — جان نذر ایزد جاں آفرین
بارھویں ذی قعد کی، دن پیر کا — پائے دن تاریخ بھی کیا بہتریں
رحمت حق ان کی روح پاک پر — پائیں قرب رحمۃ للعالمیں
تاقیامت ان کے درجے ہوں بلند — ان کا مسکن باغ فردوس بریں

بھائی جی کا سال رحلت قادری
کہدو: "فی جنّات عدنِ خالدین"

۱۳۶۳ھ

بسم تبارک وتعالیٰ عزوجل

۱۳۶۳ھ

سواطع تواریخ

۱۳۶۳ھ

یعنی

"تاریخ طبع دیوان گرامی قدر".

۱۹۴۴ء

از

کلام محبوب عالم امام السالکین محبوب حق شاہ محمد تقی عزیز میاں صاحب

۱۹۴۴ء

"صاحب سجادہ ہدایت افادہ خانقاہ عالی جناب نیازیہ بریلی"

۱۹۴۴ء

(۱)

سخنِ حضرتِ عزیز میاں ہے عزیزالکلام والافکار
ہر غزل اس کی بلکہ ہر ہر شعر معرفت کا ہے ابر گوہر بار
کیا شگفتہ ہے مصرع تاریخ
آئی کیا باغ شاعری میں بہار

۱۹۴۴ء

(۲)

کلام مولوی معنوی سے کیا کم ہے — کہ ہے یہاں بھی وہی سوز وساز نغمہ نے
یہ اک پیام ہے اہل دل ونظر کے لیے — یہاں بنا ہے حقیقت، مجاز نغمہ نے
اُلٹ کے لفظ یہ نکلی ہیں خوب تاریخیں — کہ "نغمۂ نے راز" اور راز نغمہ نے

۱۳۶۳ھ ۱۳۶۳ھ

(۳)

اس گلستان سخن کے آگے — کیا بہار چمن اور اس کی بساط
ایک مصرع میں ہیں دو تاریخیں — "سنبلستانِ سخن"، "باغِ نشاط"

۱۳۶۳ھ ۱۳۶۳ھ

(۴)

چو دیوان کلام راز شد طبع — "بنام شاہد نازک خیالاں"
بر آمد سال طبع از "عالم پاک" — "عزیز خاطر آشفتہ حالاں"

۱۶۴ — ۱۷۸۰ + ۱۶۴ = ۱۹۴۴ء

(۵)

دیواں سے ملا سراغ فیضاں
کہئے تاریخ، "باغ فیضاں"

۱۹۴۴ء

(۶)

"تاریخ یہ مجمع لطافت کہیے"

۱۹۴۴ء

اک مخزن انوار شریعت کہیے — آراستہ بستان طریقت کہیے

۲۰۰۱ بکرمی — ۱۹۴۴ عیسوی

رنگِ طرب رازِ حقیقت کہیے — کہیے کیا شاعری، کرامت کہیے

۱۳۵۲ فصلی — ۱۳۶۳ ہجری

(۷)

یہ تاریخ اک نعمت سرمدی ہے — کہ "جو شعر ہے دولت سرمدی ہے"

۱۳۶۳ھ

(۸)

دل و نظر ہیں یہاں دونوں بے خود و حیراں
نظر کا آئینہ خانہ ہے، دل کا مے خانہ
یہ چار سال لکھے ہیں جدید صنعت سے
وہ ماہِ اوج نگارش وہ نظم شاہانہ

فصلی: ۱۳۵۲ + ۱۱
ہجری: ۱۳۶۳ + ۵۸۱
عیسوی: ۱۹۴۴ + ۵۷
بکرمی: ۲۰۰۱

(۹)

کیا کیا ہے کمالِ لفظ و معنی — واقف ہے جو محرم سخن ہے
تاریخ طباعت و اشاعت — "آرائش عالم سخن" ہے

۱۳۶۳ھ

(۱۰)

سال طبعِ لطیفِ "رازِ نیاز" کہیے، سحر زبان حضرت رازؔ

۱۹۴۴ء

از کمترین نیاز آگیں حامد حسن قادری

۱۳۶۳ھ

تاریخ وفات قدسیہ سلطانہ

جنوں فزا ہے جواں مرگ قدسیہ ترا غم — کہ تار تار ہے جیبِ دل اور دامنِ جاں
سنی جو دل نے تری مرگ ناگہاں کی خبر — کہا: "بلائے خزانِ بہار گلشن جاں"

۱۳۶۳ھ

(۲)

قدسیہ سلطانہ درخُلد است باجاں آفریں

۳۳۴ + ۶۳۴ + ۳۹۵ = ۱۳۶۳ھ

تاریخ وصال جامع کمالات

۱۹۴۴ء

"سیٹھ نور محمد حاجی عبدالکریم فردوس آشیانی"

۱۹۴۴ء

سیٹھ نور محمد از دنیا — رفت اندر جوار رحمانی
نقشبندی جماعتی بودہ — کہ بروبود لطف یزدانی
قبلۂ عالم علی پوری — مرشد بے مثال و لاثانی
قلب مرحوم را بلطف و کرم — داد از ذکر حق درخشانی
او ہم اندر مجتش ہمہ عمر — صرف کردہ بعالم فانی

تادم مرگ ذکر جاری بود باد قبرش ہمیشہ نورانی
قادری سال رحلتش گفتہ
جنت خلد باد ارزانی

۱۳۶۳ھ

تواریخ وفات

برائے

"لحد پاک دل حاجی صوفی ناصر علی خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ"

۱۹۴۴ء

"فرزند دوم والا گہر صوفی احمد خان صاحب مرحوم"

۱۹۴۴ء

"محسن آفاق مالک مطبع مفید عام واقع کوچہ حکیماں آگرہ"

۱۳۶۳ھ

حاجی ناصر علی خان صوفی اخلاص کیش
پردہ فرما کر جہاں سے خلد میں ہیں جاگزیں

ان کا خلق، ان کی دعائیں، ان کا زہد، ان کی نماز
یادگاریں تھیں سلف کی، ساتھ ان کے مٹ گئیں

قادری تربت پہ ان کی ثبت کرنے کے لئے
پیش کر تاریخ "فی جنات عدن خالدین"

۱۳۶۳ھ

حاجی ناصر علی خان صاحب کی ۸۰ سال سے زیادہ عمر تھی مگر ہر نماز کے لیے مسجد جاتے تھے۔ میں جب ۱۹۴۱ء میں ان کے محلے میں آکر رہا تو ان سے

روز آنہ ملاقات ہوتی رہی۔ مرحوم کی عادت تھی کہ جس کسی سے جس وقت ملتے دیر تک خیریت پوچھتے اور دیر تک لمبی چوڑی دعائیں کرتے اس کے لیے بھی اور تمام مسلمانوں کے لیے۔ میں نے ان کی لمبی دعاؤں پر قرآن مجید کے الفاظ سے تاریخ نکالی تھی۔

فذو دعاءِ عریض

۱۹۴۱ء

تاریخ وفات

نیک خو صابر النسا بیگم	پاک جاں، پاک نفس، روشن دل
روئے خنداں سے اس کے گل محجوب	طبع روشن سے اس کی، مہر خجل
کیوں نہ ہو آہ اس کے مرنے سے	شوہر و اقربا کا دل گھائل
اس کی تاریخ قادری نے لکھی	حسبِ حکم مکرمِ فاضل ؎
تعمیہ عیسوی و سمبت میں	سال ہجری میں مصرع کامل
پاک دل، صابر و ہنر آگاہ	ہے بہشت نعیم میں داخل
۵۷ ۵۸۱	۱۳۶۳ ہجری

۵۸۱

۱۹۴۴ عیسوی

۵۷

۲۰۰۱ سمبت بکرمی

؎ اب دس سال کے بعد بالکل یاد نہیں آتا کہ "مکرم فاضل کون تھے ۲۳۔۱۱۔۵۳ء

تاریخ وفات

فرمانی بیگم ایسی تھیں نیک و پاک باطن
دیں گے ملائکہ بھی روزِ جزا گواہی

رحلت کو ان کی سنکر لکھی ہے قادری نے
تاریخ بھی دعا بھی، "اغفر لها الٰهی"

۱۳۶۳ھ

ے داروغہ احمد اللہ خان صاحب (قاضی گلی) کی خوشدامن

تواریخ عطائے خلافت چشتیہ نیازیہ وملازمت سیٹھ چھٹانی بمبئی
بہ حاجی مولوی شفیع الرحمٰن صاحب بچھرایونی

شفیع آج تم پر ہوئی خاص رحمت مبارک مبارک
کہ تم کو ملی دین و دنیا کی دولت مبارک مبارک
بلاشبہ پایہ بڑا تم نے پایا مبارک خدایا
ہے تاریخ: "یہ نوکری و خلافت مبارک مبارک"

۱۹۴۴ء

(۲)

یہ کیوں دل شاد سے نہ نکلے نکلے ہیں تمھارے دونوں میٹھے

۱۳۶۲+۱=۱۳۶۳ھ

(۳)

زیبا نکلا یہ سال بہجت "زیبائی درجہ خلافت"

۱۳۶۳ھ

(۴)

حاجی شفیع الرحمٰن پر ہے، بے شبہہ بے حد لطف الٰہی
تاریخ حامد لکھ: "ہے خلافت امداد ایزد لطف الٰہی"

۱۳۶۳ھ

(۵)

اُو شد ز نوکری و خلافت چو فیض یاب　　تاریخ گفتہ ایم کہ: "خرمائے باثواب"

۱۳۶۳ھ

(۶)

لیجیے دونوں کی تاریخ جناب　　"شکر آمیزی خرما و ثواب"

۱۹۴۴ء

(۷)

ملتا جو پچھلے سال ہی یہ درجۂ رفیع　　کہتا کہ: "نوکری و خلافت ملی شفیع"

۱۹۴۳ء

تاریخ وفات

(بفرمائش ڈاکٹر ابرار حسین صاحب بچھرایونی از دہلی، قرول باغ، دفتر رسالہ برہان
"آرام گاہ پاکیزہ طینت سید محمود شمسی"

۱۳۶۴ھ

محمود کی مرگ ناگہاں سے　　دل ہی افسردہ ہوگیا آہ
اس کا گرنا تھا دل کی افتاد　　بے موت ہی مردہ ہوگیا آہ
تھا بارہ برس کا قصرِ ہستی　　کیوں کر نم خوردہ ہوگیا آہ
تاریخ لکھی یہ قادری نے　　"غنچہ پژمردہ ہوگیا آہ"

۱۳۶۴ھ

باسمہ تبارک وتعالیٰ عزوجل

تربت معنبر

۱۳۶۴ھ

مولانا حاجی عابد حسن صاحب فریدی جماعتی نوراللہ مرقدہ

۱۳۶۴ھ

خلیفہ مجاز کعبہ دوجہاں قبلہ عالم علی پوری اروا حنافداہم

۱۹۴۵ء

فی الجنّت خلدین فیہا

سورہ ۱۳۶۴ھ ہود

عابد و شیخ ہادی عارف — زاہدے صادقِ تقا مرآت

۱۳۶۴ھ — ۱۳۶۴ھ

سالکِ کامل فنا فی الشیخ — قطب ربّانی، ارفع الدرجات

۱۳۶۴ھ — ۱۳۶۴ھ

عاشق مصطفےٰ و رمزشناس — روحِ عشّاق محبط برکات

۱۳۶۴ھ — ۱۳۶۴ھ

آمدہ ہم ز عشق پیر شرف — اشرف الناس کامل الحسنات

۱۳۶۴ھ — ۱۳۶۴ھ

کرم و فضلِ صاحبؐ لولاک — باد با جاہ ضامنِ جنّات

۱۳۶۴ھ — ۱۳۶۴ھ

ازاقل العباد حامد حسن قادری نقشبندی جماعتی کان اللہ لہ

۱۹۴۵ء

یہ لوح مزار کی نقل ہے جو درگاہ سیدنا امیر ابوالعلار حمتہ اللہ علیہ کے باہر کربلا کے میدان میں واقع ہے وفات ۴ر جمادی الآخر۔ ۱۷ر مئی کو ہوئی۔

قطعہ کے پہلے شعر میں فریدی صاحبؒ کے چاروں فرزندوں کے نام نظم ہوئے ہیں۔(۱)زاہد(۲)عارف(۳)صادق(۴)ہادی

تاریخ وفات مولانا سراج الاسلام صاحبؒ امام مسجد جامع آگرہ

مرحوم کی وفات سے تقریباً پچاس سال بعد اکتوبر ۱۹۴۵ء میں یہ تاریخ لکھی گئی۔ مرحوم کے عزیز علیم الدین صاحب۔ مرحوم، امام مسجد جامع نے اپنے بھائی کلیم الدین مرحوم، طالبعلم سینٹ جانس کالج کے ذریعہ سے مجھ سے تاریخ کی فرمایش کی تھی مزار پر لوح کرنے کا ارادہ تھا۔ اس لیے میں نے یہ دو تاریخیں بھی قطع کے اوپر لکھ کر بھیج دی تھیں۔

غفرلہ	ان العاقبة للمتقين
۱۳۱۵ھ	۱۳۱۵ھ

یہ تاریخیں کسی نے سر سید احمد خاں کے لیے کہی تھیں اور ان کے مزار پر لکھی ہوئی ہیں۔

نور اسلام کا پھیلا ان سے — نام صادق تھا سراج الاسلام
قدوۂ اہل صفا تھے بیشک — نیک دل، نیک صفت، نیک انجام
خدمت مسجد جامع کی ہے — حق تعالےٰ سے ملے گا انعام
روح پر ان کی خدا کی رحمت — جنت خلد میں ان کا ہو مقام
ہو خدا کا کرم خاص ان پر — ان کا بھی خلق پر احسان تھا عام

قادری اس لئے ہے سال وفات
محسن خلق سراج الاسلام

۱۳۱۵ھ

تاریخ اشاعت "زینت کربلا" (سیرت بی بی زینبؓ) مصنفہ یوسف مسیح

آغا اشہر لکھنوی

زینت کربلا میں لکھی ہے — سیرت زینبؓ سپہر وقار
اسوۂ بنت سیدہؓ ہے یہ — سب سے اعلیٰ نمونۂ کردار
ہر مسلماں بہن، بہو، بیٹی — سیکھے اپنے لیے یہی رفتار
کام اچھے ہوں چال ڈھال اچھی — کہ ہے اسلام کا یہی معیار
اس سے بہتر نہیں کوئی زینت — اس سے بڑھکر نہیں ہے کوئی سنگھار
نئے فیشن کی لگ رہی ہے جو آگ — وقنا ربنا عذاب النار
نیم عریاں وسربسر آزاد — یہ نہ تھا اگلی بی بیوں کا شعار
اب تو دیدہ ہوائی ایسا ہے — کہ ہوا کھاتے ہیں سر بازار
ڈھل گیا ایسا آنکھ کا پانی — کہ وہ پہنچا ہے اب سمندر پار
اشہر لکھنوی! جزاک اللہ! — خوب تم نے کتاب کی تیار
نام دنیا کا، کام عقبےٰ کا — اب ہے دونوں جہاں میں بیڑا پار

اس رعایت سے یہ ہوئی تاریخ
ہے یہ اشہر، بیک کرشمہ دوکار

۱۳۶۴ھ

تاریخ وفات

بر

"لحد پاک نیک نام خدیجہ شہزادی بیگم صاحبہ"

۱۳۶۴ھ

"زوجۂ محترمہ محسن زماں حکیم محمد علی صاحب آزاد"

۱۳۶۴ھ

کرکے آزاد کو پابند الم — غم سے آزاد گئیں جنت کو
قادری، ہے یہی تاریخ وفات — کر دعا: "حور ملے خدمت کو"

۱۳۶۴ھ

(۲)

رحمت حق بر روح خدیجہ   مرقد او نورانی بادا
قادری آمد سال وفاتش   جنت خلد ارزانی بادا

یہ تاریخیں خان بہادر بخشی مصطفےٰ علی خان صاحب بنگلوری کی فرمائش سے لکھی تھیں مگر حکیم محمد علی آزاد سے ۴۵ سال قبل میرا یہ تعلق رہا ہے کہ آزاد میسور سے ایک رسالہ "صبح بہار" نکالتے تھے۔ ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۱ء سے میرے مضامین نظم ونثر بھی اس میں شائع ہوتے تھے۔ رسالے میں ان مضامین کے تراشے میرے پاس محفوظ و مجلد ہیں۔

"تاریخ نامۂ رحلت"

۱۹۴۵ء

"مرقد علامہ منشی محمد الدین صاحب فوقؔ"

۱۳۶۴ھ

آہ منشی محمدالدیں فوقؔ   بر جگرہا نشاند داغ وفات
بود صاحب نظر، ادیب شہیر   شاعر و بذلہ سنج و خوش اوقات
در فنون صحافت و تاریخ   فکر اوہم کمال را مرآت
دل پنجاب و روح کشمیر است   مضطرب از وفات غم آیات
قادری، سال رحلت مرحوم   گفتہ ام: "بادفیض یاب نجات"

۱۳۶۴ء

قلت تاریخ فوتہ ایضاً
مطمئن الخلود فی جنات

۱۳۶۴ھ

(۲)

آنکہ شد عشق محمدؐ دین و ہم ایمان او فوق بود و فائقان دہر را سر آمدہ
چوں بہ جنت رفت، گفتا قادری سال وفات فخر اہل دانش پنجاب و کشمیر آمدہ

۱۹۴۵ء

تاریخ وفات مولوی عبدالرؤف، وکیل، لشکر، گوالیار

شیخ عبدالرؤف والا شاں کرد آباد گلشن فردوس
ہر کہ دیدہ بہار طبع و دلش رفتش از یاد گلشن فردوس
قادری گفت سال رحلت او کہ: "خدا داد گلشن فردوس"

۱۳۶۴ھ

تاریخ طبع کتاب اشہر لکھنوی

جدّت اشہر پہ حامد مرحبا ہمت اشہر پہ حامد آفریں
لکھدیا ان ذاکروں کا تذکرہ ذکر میں عمریں جنھوں نے وقف کیں
ہے زبانِ ذاکریں پر جن کا ذکر کوئی ثانی ان کا پاکی میں نہیں
کیوں نہ ہو دل پاک، ذکر پاک سے پاک وہ ذاکر بھی ٹھہرے بالیقیں

ہے یہ ذکر ذاکرین ذکر پاک
سال ہے: "پاکیزہ ذکر ذاکریں"

۱۹۴۶ء

بسم ربی العظیم

۱۳۶۵ھ

بیان للناس وھدیً وموعظۃً اللمتقین

۱۹۴۶ء

سرورق از مجامع تواریخ

۱۹۴۵ء

مرتبہ بندۂ عاصی حامد حسن قادری

۱۳۶۵ھ

لوامع تواریخ

۱۳۶۴ھ

"عروس سخن گنجینۂ کلام از رسول بیگم صاحبہ بیدل بدایونی"

۱۹۴۵ء

"بیگم جناب ڈاکٹر رفعت حسین صاحب صدیقی"

۱۹۴۶ء

الہام عروس سخن بیگم رفعت

۱۹۴۵ء

حور جناں عروس سخن

۱۳۶۴ء

ہوئی آراستہ عروس سخن — ادب و شعر کا کھلا گلشن
اس سے مقصد نہیں ہے دعویٔ شعر — اس کا منشا نہیں نمایش فن
اس کا منشا رفاہ نسواں ہے — مدعا رہبری اہل وطن
یہ ہدایت ہے ایسی بہنوں کو — جن کو مرغوب ہے نیا فیشن
جو ہیں نظموں میں اپنی یوں عریاں — جیسے کپڑوں میں ان کا نازک تن

یہ عروس سخن نمونہ ہے کہ ہو ایسا ہی شاعری میں چلن
جس میں ایسا ہے نور ایمانی جس کے دیکھے سے جان و دل روشن
اس میں ایسی ہے پاکی وعفت جس سے ہے شعر نو تہی دامن
اس میں ایسی ہے سادگی کہ جسے نئی دنیا کہے گی طرز کہن
لیکن اس سادگی میں ہے وہ خلوص جس پہ قربان ہیں ہزاروں فن

اس لئے قادری، یہ ہے تاریخ
سادگی زیورِ عروسِ سخن
۱۳۶۴ھ

یہ تاریخیں سال ترتیب اور سال طباعت دونوں کی ہیں اس لیے دونوں سنہ نکالے ہیں۔

(۲)

دیکھنا بیگم رفعت کا یہ مجموعہ نظم
ادب و خلق کی آراستہ اک محفل ہے

اس کی تاریخ ہے کیا؟ کوئی جو پوچھے تو کہو
کہ: "عروس سخن آئینہ درد دل" ہے
۱۳۶۴ھ

(۳)

این است فروغِ شمعِ بزم نسواں ایں عالم شعر را بہار چمن است
تاریخِ طباعتِ کلام بیدل "آراستہ پیکر عروس سخن"۔ است
۱۹۴۵ء

مخازن التواریخ

۱۹۴۶ء

"خونابۂ دل" مجموعہ کلام مقبول از طبع نور جہاں بیگم نور بدایونی

۱۹۴۶ء

(۱)

جو نور جہاں کی چشم نم سے ٹپکا — سوز الم و گداز غم سے ٹپکا
تاریخ میں قادری، حقیقت لکھ دو — خونابۂ دل آج قلم سے ٹپکا

۱۳۶۴ھ

(۲)

دیکھیں اہل شعور خونابۂ دل — جلوے میں ہے برق طور خونابۂ دل
دل کا سوز اس میں، درد کی اس میں چمک — تاریخ ہے: شمع نور "خونابۂ دل"

۱۳۶۴ھ

(۳)

قادری خونابۂ دل میں ہیں سب — خوبیاں، کیا باطنی، کیا ظاہری
عیسوی ہجری ہیں دونوں سال طبع — اختراعِ طبعِ زادِ شاعری

۵۸۱ + ۱۳۶۵ھ

۱۹۴۶ء

(۴)

ہے لطف سخن بھی، درد دل کا بھی وفور — پڑھیے تو ملے عجب غم آمیز سرور
حاصل ہے سرور دل کو، نور آنکھوں کو — تاریخ ہے: "خونابۂ دل آیت نور"

۱۳۶۵ھ

(۵)

کیوں اہل نظر کو ہو نہ حیرت — یہ شعر و سخن کی ہے کرامت
"خونابۂ دل" ہوا جو شائع — تاریخ ہے: "رشحۂ بلاغت"
۱۹۴۶ء

(۶)

کہیں حمد خونابۂ دل میں ہے — کہیں نعت ہے اور کہیں منقبت
تو اے قادری کچھ یہ بیجا نہیں — کہ تاریخ ہے: "ثمرۂ آخرت"
۱۹۴۶ء

تاریخ وفات

حضرت شاہ کبیر عالم — ہیں جدا ہم سے مگر واصلِ ذات
سال رحلت کا جو عادل ہے خیال — کہدو: "عارف صفت پاکِ حیات"
۱۳۶۳ھ

(بفرمائش مولوی صاحب داد خاں صاحب ازالہ آباد)

تاریخ وفات جناب سائل دھلوی

"بزم احباب" جے پور نے ۲۴ فروری ۱۹۴۶ کو یوم سائل منایا تھا اس کے سکریٹری مصباح الدین عثمانی نے مجھے بھی شرکت کی دعوت دی تھی اور اشتہار بھیجا تھا۔ اس میں مشاعرہ کی طرح یہ تھی۔

"جناب داغ کے داماد ہیں اور دلی والے ہیں"

مجھے ۲۱ فروری کو دعوت نامہ مطبوعہ کالج میں ملا۔ میں نے اسی وقت اسی کاغذ کی پشت پر یہ قطعۂ تاریخ لکھدیا۔ مصرع تاریخ میں تعمیہ کی ضرورت تھی اس لیے سکریٹری "مصباح" کے نام سے کام لیا اور بھیجدیا۔

حضرت سائل کا ماتم ہو رہا ہے بزم میں
ہم یہاں غمگیں ہیں، وہ خلد بریں میں شاد ہیں

دھوم تھی سائل کی اک دلی میں کیا، کل ہند میں
انؔ کا پڑھنا یاد ہے، پڑھنے کے تیور یاد ہیں

قدرداں رنگ دہلی، سب ہیں ان کے قدرداں
ان کے قائل ہیں جو طرز داغ کے نقاد ہیں

داغ کے ہم رنگ، ہمدم، ہم زبان، ہم خانداں
ہیں جہاں استاد کے شاگرد، خود استاد ہیں

یہ نکلتا ہے دل مصباحؔ سے سال وفات
"دلی والے ہیں جناب داغ کے داماد ہیں"

۱۳۶۲ + ۲ = ۱۳۶۴ھ

دسمبر ۱۹۰۷ء میں ریاست رام پور میں ہوم سکریٹری مصطفےٰ علی خاں شرر کے اہتمام سے نہایت شاندار مشاعرہ ہوا تھا میں نے وہاں سائل صاحب کو پہلی اور آخری مرتبہ دیکھا اور سنا تھا میں ہائی اسکول رام پور میں دسویں درجے میں پڑھتا تھا۔ سائل صاحب کا لباس و حلیہ بہت دلچسپ تھا۔ گول کامدار ٹوپی اوڑھے ہوئے تھے جس کے گرد سائل صاحب کا نام کڑھا ہوا تھا اور دور سے پڑھا جاتا تھا پڑھنے کا نیم ترنم ان کے اس شعر کا انداز اب تک یاد ہے۔

کیا عجب گو میں سمیٹوں عاقبت کے بوریئے
میں نے دیکھے ہیں پس شام الم دیدار صبح

تاریخ وفات

جواں مرگئ انعام خوش اخلاق ربودہ قوت جان و تنِ ما
بگو انور بتاریخ وفاتش "خزانے آمدہ در گلشن ما"

۱۳۶۳ھ

بفرمائش مولوی صاحب داد خان صاحب ان کے لڑکے انور کا نام لکھدیا ہے۔

تاریخ وفات
لحد رمضانی شاہ تیلی ولی

۱۹۴۵ء

تیلی جو بڑے ولی تھے رمضانی شاہ پردہ ہم سے انھوں نے فرمایا ہے
اے قادری، انکی لوح تربت کے لیے تاریخ ہے: "وصل ذات حق پایا ہے"

۱۳۶۴ھ

مرحوم تیلی پاڑہ عالم گنج (لوہامنڈی) میں رہتے تھے میں بھی اس محلے میں حویلی عالم خاں میں تھا۔

تاریخ وفات حافظ احمد اللہ صاحب تاجر چرم کانپور

وحید عصر حافظ احمد اللہ جہاں سے کر کے پردا، خلد میں ہیں
یہ لکھدو قادری، تاریخ رحلت کہ: "اب آرام فرما خلد میں ہیں"

۱۳۶۵ھ

تحریر غم فزا

۱۹۴۶ء

مرزا پاک طبع منشی سعید احمد صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۴۶ء

پاک سیر مینیجر شعیب محمدیہ کالج آگرہ

۱۳۶۵ھ

(تاریخ از کلام پاک ایزدی)

۱۳۶۵ھ

رحمة الله قريب من المحسنين

۱۳۶۵ھ

(تاریخ دیگر مطول از قرآن مجید)

۱۹۴۶ء

من خاف مقام ربه ونهي النفس عن الهوىٰ فان الجنة هي الماوىٰ

۱۹۴۶ء

(سورہ نازعات پارہ ۳۰)

بقية التواريخ

۱۳۶۵ء

(۱)

مات سعید احمد مارہری کان سعیدالدھر صفیّا
کان کریم لخصلة طبعا عاش تقیاً مات نقیاً
جاء نداء فی تاریخ
عاش رشیداً مات زکیاً

۱۳۶۵ھ

(۲)

دل ہی کیا ساتھ گیا تیرے سعید احمد، آہ!
دوستوں کے نہ رہے ہوش بجا تیرے بعد

خاک اب آگرہ میں اڑتی نظر آتی ہے
گئے فضل وکرم و مجدوعلا تیرے بعد

سوگوار انجمن و مدرسہ و کالج ہیں
علم و تعلیم ہے اور شغلِ بکا تیرے بعد

عشق دیں، عشق ادب، عشقِ خدا، عشقِ رسولؐ
یادگار اب یہ ترا عشق رہا تیرے بعد

"دود آہ" آے نکل، میں جو یہ تاریخ کہوں
۲۰
شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا تیرے بعد

۱۹۶۶-۲۰=۱۹۴۶ء

"منصب صبر ورضا کے کوئی قابل نہ رہا"

۱۹۴۶ء

یہ بھی اک مصرع تاریخ سنا تیرے بعد
قادری نے بھی یہ تاریخ کہی آہ کے ساتھ
۶
آج ہے تعزیت مہر و وفا تیرے بعد

۱۹۴۰+۶=۱۹۴۶ء

اس قطعہ کی تاریخوں میں غالب کے مصرعوں کا تصرف ظاہر ہے۔

(۳)

آج آگرہ پر جو ابر غم چھایا ہے — اک صاحب دل نے پردہ فرمایا ہے
مرقد پر منشی سعید احمد کے — لکھدو کہ: "وصالِ ذاتِ حق پایا ہے"

۱۳۶۵ھ

(۴)

سعید احمد نیک دل، پاک سیرت — سپہر کرامت کے تھے نجم ثاقب
یہ ہیں ہجری و عیسوی سال رحلت — کرم شیوہ ذی شانِ عالی مناقب

۵۸۱ + ۱۳۶۵ھ

۱۹۴۶ء

(۵)

منشی سعید احمد مارہروی گئے
لے کر چراغ ڈھونڈھنے اب ایسا باصفت

خلقِ خدا کے دل میں، گھر ان کا تھا قادری
پھر کیوں خدا کے پاس نہ ہو قدر و منزلت

فصلی و ہجری عیسوی و بکری ہیں سال

تواریخ کتاب "فکر و نظر" مرتبہ شبلی بی کام مدیر "خیام" لاہور

(۱)

چنو ہر علم و فن کے موتیوں کو　　اور ان سے دامنِ خیام بھر دو
کرو شائع نئے "حرف و حکایت"　　ہنر کو اپنے شبلی عام کر دو
جو سال طبع پوچھو قادری سے　　تو کہہ دے: "دعوت فکر و نظر دو"

۱۹۴۶ء

(۲)

اپنی فکر و نظر کو چھپوا کر　　کھولی شبلی نے راہِ فکر و نظر
ہیں یہ نکتے ثبوت علم و ادب　　ہیں یہ صفحے گواہِ فکر و نظر
خوب سوچا ہے، خوب لکھا ہے　　پائی ہے کیا، نگاہِ فکر و نظر
قادری نے لکھی ہیں تاریخیں　　ہے مگر عذر خواہِ فکر و نظر
"چمن اختراع" ہجری سال　　عیسوی: "دستگاہِ فکر و نظر

۱۳۶۵ھ　　۱۹۴۶ء

تاریخ وفات شمیم فردوس ہمشیرہ مسرور حسن خاں، ایم اے ایل ایل بی

زندۂ جاوید ہے مر کر شمیم موت بھی اک زندگی کا نام ہے
مصرع یہ اقبال سے نکلا ہے سال خواب بیداری کا اک پیغام ہے

۱۹۴۶ء

مسرور نے اقبال کا ایک شعر سنا کر اس سے تاریخ نکالنے کی فرمائش کی تھی
مرحوم کو وہ شعر پسند تھا۔ مجھے یاد نہ رہا۔

تاریخِ نقد و تنقیدِ کمالِ سخن

۱۳۶۵ھ ۱۳۶۵ھ

"محبِّ قدیم شاعر یکتا جناب محمد عبداللہ صاحب بیدلؔ بیکانیری"

۱۹۴۶ء

"تلمیذ القدیم"

۱۳۶۵ھ

"عالی گہر مولانا وحید الدین صاحب بیخود دہلوی"

۱۳۶۵ھ

"جانشین استاد داغ دہلوی"

۱۹۴۶ء

بیدلؔ ہیں سخنورِ یگانہ ہے اس پہ گواہ "باغ فردوس"
"باغ فردوس" جنت گوش فردوس نگاہ "باغ فردوس"
"باغ فردوس" گل ہے بے خار بے داغ ہے ماہ "باغ فردوس"
ہر طالب منزل سخن کو ہے ہادی راہ "باغ فردوس"
دہلی کی زبان کا جو حق تھا ہے اس کا نباہ "باغ فردوس"
ہے مملکت سخن میں گویا پروانۂ شاہ "باغ فردوس"

اس باغ سخن کو کون چھوڑے ہو سامنے خواہ باغ فردوس
تیرے پھولوں کو کون دیکھے تو لاکھ سراہ باغ فردوس!
مقبول سخنوراں رہے گا انشاء اللہ "باغ فردوس"
ساری تنقید کا خلاصہ تاریخ ہے: واہ "باغ فردوس"!

۱۳۶۵ھ

بیدل مرحوم میرے پیر بھائی تھے۔ اپنے دیوان "باغ فردوس" پر تنقید لکھنے کی مجھ سے فرمائش کی تھی میں نے یہ تاریخی تنقید لکھ کر بھیج دی تھی۔

تواریخ

لوح لحد مزار رفیق حسن زبیری مرحوم

۱۳۶۵ھ

یاغفور یامجید

۱۳۶۵ھ

ان للمتقین جنات النعیم

۱۳۶۵ھ

گیا رفیق حسن آہ دہر فانی سے الٰہی اس کی لحد اپنے نور سے بھردے
غم مسرت و پرویز و صدمۂ سرتاج وہ جاں گزا ہے کہ قلب وجگر کا خوں کردے
اسیر غم میں نذیر و ضیاء و معراج آہ الٰہی ان کو بھی تسکین قلب مضطر دے
یہ قادری کی دعا ہے، یہی ہے سال وفات الٰہی اس کو جوار شفیع محشر دے

۱۳۶۵ھ

مرحوم کے بھائی ضیاء الدین زبیری صاحب، انکم ٹیکس افسر، کان پور نے محمد طاہر فاروقی کی معرفت تاریخ کی فرمائش کی تھی۔ نذیر حسن مرحوم کے والد اور سرتاج بیگم مرحوم کی اہلیہ، باقی اعزہ اقارب۔

(۲)

جہاں ہے آنکھوں میں مرگِ رفیق سے تاریک
ہوا غروب مہِ کاملِ نذیر حسن
یہ دونوں سال ہیں ہجری و عیسوی یکجا
نہیں عنایتِ رنجِ دلِ نذیر حسن

۵۸۱ + ۱۳۶۵ء

۱۹۴۶ء

(۳)

رفیق حسن ہی کے دم سے تھی لاریب ۔۔۔ سپہر مسرت پہ معراج سرتاج
اگر قادری، تم کو ہے فکر تاریخ ۔۔۔ تو کہدو: گیا آہ سرتاجِ سرتاج

۱۳۶۵ھ

تواریخ وفات برادر مکرم مولوی مختار احمد صاحب بچھرایونی

(۱)

فریدِ دہر ہو مختار بھائی ۔۔۔ انیس سید ابرار ہو گے
تمھارا سال رحلت قادری نے ۔۔۔ یہ لکھا: "خُلد کے مختار ہو گے"

۱۹۴۶ء

(۲)

شامل اُن میں ہوگئے مختار تم ۔۔۔ جن کو کہتا ہے خدا: "یغفر لھم"

۱۳۶۵ء

(پہلے قطعہ میں مرحوم کے اعزہ کے نام ہیں۔ فرید احمد اور ابرار احمد اُن کے بھائی، انیس احمد فرزند۔)

تاریخ وفات خالہ کنیز فاطمہ صاحبہ مرحومہ

۲۸/مارچ ۱۹۴۱ء ۲۹/صفر ۱۳۶۰ھ، بروز جمعہ بچھرایوں میں انتقال کیا۔ خاندان کے شجرات و واقعات کا رجسٹر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مرحومہ کی زندگی میں جمعہ کا دن خاص تھا یعنی جمعہ کو پیدا ہوئیں، جمعہ کو نکاح ہوا۔ جمعہ کو بیوہ ہوئیں۔ جمعہ کو وفات پائی۔ سبحان اللہ۔ اسی سے یہ تاریخ نکلی۔

مرنا، جینا، نکاح، بیوہ ہونا سب میں جمعہ ہے کارفرما دائم
تاریخ وفات اس لیے یہ نکلی "تاریخ حیات میں ہے جمعہ لازم"

۱۹۴۱ء

(۲)

بڑی زندہ دل تھیں، بڑی خوش مزاج کہ رہتا تھا اک باغ گھر میں کھِلا
گئیں خالہ جنت کو، امید ہے کہ۔ "اب پائیں گی قربِ خیر النساؑ"

۱۳۶۰ھ

تاریخ وفات مولوی ظہور احمد صاحب بچھرایونی

(تاریخ ۲۲/اپریل ۴۱ء، ۲۴/ربیع الاول ۱۳۶۰ھ)

کرتے ہیں سفر وہ منزل جنت تک کہتا ہوں: "ظہور احمد اللہ معک"

۱۳۶۰ء

یہ تاریخیں بعد کو نظر آئیں۔ اس لیے یہاں بے ترتیب درج ہو سکیں۔

تواریخ

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کے ہاں دو لڑکیاں توام پیدا ہوئیں

بھر لو جھولی خوب، چاہو جب ضیا دین میں اس کی کمی ہے کب ضیا
جو کہا دائی نے، وہ تاریخ ہے یعنی: "توام بچیاں لو اب ضیا"

۱۳۶۳ھ

۱۸ روز کے بعد میں دونوں بچیاں یکے بعد دیگرے ذخیرہ آخرت ہو گئیں
یہ دونوں ہو گئیں اجراً وذخراً
۱۹۴۴ء

تاریخ اختتام جنگ عظیم (مئی ۱۹۴۵ء): "صد شکر جنگ یورپ ختم"
۱۹۴۵ء

تاریخ آغاز یہ تھی: "جنگ عظیم آتشِ فساد"
۱۹۳۹ء

تاریخ وفات عم بزرگوار مولوی محمد صدیق صاحبؒ:
"داخل جنت چچا صدیق ہیں"
۱۳۶۴ھ

(۹/ جون ۴۵ء ۲۷/ جمادی الاخری کو وفات ہوئی)
تاریخ وفات ضیاء الحق صدیقی (۲۲/ اپریل ۱۹/ جمادی الاول)

(۱)
ضیاء الحق غریق چشمۂ رحمت
۹۵۰ + ۹۹۶
۱۹۴۶ء

(۲)
قرب الٰہی میں ضیاء الحق ہیں
۹۹۶ + ۹۵۰
۱۹۴۶ء

تواریخ نکاح ثالث برادر مکرم حاجی مولوی محمود علی صاحب قبلہ بچھرایونی
(بتاریخ ۲۰/ جون ۹/ رجب المرجب)

(۱)
عقد بھی، سال عقد بھی مسعود کہ، "بندھا عقد ثالث محمود"
۱۳۶۵ھ

(۲)

تاریخ میں جو کہو وہ سب ہے "پیمانہ ثالثِ طرب ہے"

۱۳۶۵ھ

(۳)

یہ سنا دیجئے دو تاریخیں یہ تو کیا پوچھئے یہ شوق ہے کیوں
"تیسری مرتبہ لطفِ صحبت" "تیسری مرتبہ عشقِ مجنوں"

۱۹۴۶ء ۱۹۴۶ء

تاریخ وفات مولوی حامد علی صاحب بچھرایونی
۵/اکتوبر ۴۵ء ۲۷/شوال جمعہ

نوّر مرقده وجعل الجنة مثوبه

۱۳۶۴ھ

تاریخ وفات مقبول الرحمٰن فرزند مولوی نورالرحمٰن صاحب
۲۲/نومبر ۱۹۴۶ء ۲۷/ذی الحجہ جمعہ

فی وجهه نضرة النعيم

۱۳۶۵ھ

مقبول الرحمٰن ہیں داخل آج جوار رحمت میں

۸۵۸ + ۵۰۷

۱۳۶۵ھ

"مطلع تواریخ"

۱۳۶۶ھ

"مقدس "وحی منظوم" مترجم"

۱۹۴۷ء

"از کلام بدیع حضرت سیماب اکبر آبادی"

۱۹۴۷ء

قل سبحٰنہ: صحفاً مطھرة فیھا کتب قیّمہ

۱۳۶۶ھ

ٹھہرے کیا کیا ہیں اس صحیفے کے ہند میں ہیں مچی ہوئی دُھو میں
ترجمہ ہے کلام باری کا رکھیں سب اس کو سر پہ اور چو میں
فکرِ سیماب کی کرامت سے معجزہ ہے بیاں کے جادو میں
دل کشی، دل بری، دل آویزی ہے عروس سخن کے گیسو میں
آئیں ارباب فکر و اہل نظر پڑھیں اس ترجمے کو اور جھومیں

قادری نے بھی یہ لکھی تاریخ
آگئی وحی نظم اردو میں

۱۳۶۶ھ

سیماب صاحب مرحوم مصرع تاریخ کی بے حد تعریف کرتے تھے کہتے تھے کہ میرے پاس "وحی منظوم" کی سو تاریخیں آئی ہونگیں لیکن ایک بھی اس خوبی کی نہیں ہے۔

تواریخ زیبائے جشن عروسی

۱۹۴۶ء

"نیک مناقب جناب فضا کوثری"

۱۹۴۶ء

بادبا "حسن طرب" دائم "فضاء کوثری" این ندائے قادری سال نکاح ست ودعا
۱۶۱۷ ۳۴۹

سال وفال نیک بہر حفظ نوشاہ و عروس ہم ز قرآں یافتم: "فَاللہ خیر حَافِظاً"
۱۹۴۶ء

بنگلور سے فرمائش آئی تھی۔ بہت سے شاعروں کی نظمیں اور تاریخیں کتابی شکل میں چھپوا کر تقسیم کی گئیں۔ ان میں یہ تاریخیں بھی شامل ہیں۔

تاریخ نکاح و رخصت
جمیلہ خاتون دختر مولوی ابرار احمد بچھرایونی

اوپر کے درج شدہ قطعہ سے پہلے یہ قطعہ بچھراوں میں کہا گیا تھا۔ میں اس شادی میں شریک تھا لیکن یہ قطعہ میرے پاس نہ تھا۔ راشد علی کی بیاض میں تھا۔ اس سے نقل کیا گیا۔

بیٹی جمیلہ گھر سے اب سسرال کو جاتی ہے تو
آباد اور خرّم رہے، اللہ نگہباں ہو ترا

جب قادری نے فال لی، قرآں کی یہ آیت ملی
تاریخ رخصت ہے یہی: فاللہ خیر حافظا

۱۹۴۶ء

تاریخ وفات جہانگیر خاں صاحب اکبر آبادی

جہانگیر خاں، نیک دل، پاک طینت گئے کر کے چشم خلائق سے پردا
ربیع دوم کی تھی اکیس تاریخ کیا نوش جب جرعہ جام اجل کا
عجب خوبیوں کے تھے انسان، مرحوم کہ مشکل سے ایسا سنا اور دیکھا
بڑی عمر پچانوے سال پائی مگر صرف نیکی تھا ایک ایک لمحا
وہ اسلام پر جان و دل سے فدا تھے انھیں شوق تبلیغ اسلام کا تھا
مسلمان کیا کتنے عیسائیوں کو مُناظر تھے اسلام کے سب سے اعلےٰ
گواہ ان کی خدمت کی ہے کالی مسجد یہ رونق ہے کوشش کا ان کی نتیجا

انھیں ملک بھرمانتا جانتا ہے نہ صرف آگرہ اور صابن کا کٹرا
بڑا مرتبہ آخرت میں خدا دے انھوں نے کیا دین کا بول بالا
تھے با وضع، باشرع، بافیض ایسے کہ تھا قدرداں ان کا اپنا پرایا
لکھی قادری نے یہ تاریخ رحلت
کہ۔"ہیں خُلد میں آج آرام فرما"

۱۳۶۶ھ

قطعے میں ان تمام حالات کے نظم کرنے کی فرمائش تھی

"تواریخ طباعت دیوانِ کلام بدیع"

۱۹۴۷ء

"محترم ڈاکٹر عندلیب شادانی' ایم اے' پی ایچ ڈی

۱۹۴۷ء

از آثار قلم حامد حسن قادری

۱۳۶۶ھ

(۱)

چمن سے میخانۂ سخن کے صلائے عام آرہی ہے پیہم
گل سخن، ساغر صبوحی ہے آج اور عندلیب ساقی
سرور اس مے کا کم نہ ہوگا، خزاں نہ آئے گی اس چمن میں
ہے اس کی تاریخ کیا شگفتہ: "نشاط رفتہ بہار باقی"

۱۳۶۶ھ

("نشاط رفتہ" مجموعۂ کلام کا نام رکھا گیا ہے)

(۲)

ہوگیا شائع کلام عندلیب　　آشکارا ہوگیا دردِ نہاں
اس میں احساسات ہیں اور واردات　　حکمتِ شعری ہے اور سحر بیان
قادری صادق ہے یہ تاریخ بھی　　"ماہِ بے داغ و بہارِ بے خزاں"

۱۹۴۷ء

تاریخ انتقال اندوہ فزا
۱۹۴۷ء
مولوی محمد عبدالحفیظ صاحب رئیس بچھرایونی
۱۹۴۷ء

آمنوا و کانوا یتقون لھم البشریٰ
سورہ یونس　۱۳۶۶ھ　رکوع ۷ پارہ ۱۱

مولوی عبدالحفیظ محترم　　سب بڑی عزت سے جن کا نام لیں
تھی انھیں کی ذات، انھیں کی شان تھی　　عظمت بچھراوں جس کو کہہ سکیں
وضعداری، اتقا، خُلق و کرم　　تھیں وطن میں ان سے کیا کیا برکتیں
ایسی ہستی اور یوں جاتی رہے　　کیا مقدّر کو، قضا کو کیا کہیں
قادری سالِ وفات ان کا لکھو
"قصر پائیں جنت فردوس میں"
۱۳۶۶ھ

تاریخ وفات والدۂ مرحومۂ حامد حسن قادری
(۲۲؍ ذی الحجہ ۶؍ نومبر ۴۷ء کو ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی)
نور مرقدھا وجعل الجنۃ مثولھا
۱۳۶۶ھ

تاریخ قیام پاکستان
قرآن مجید سے تیسری تاریخ

فلاتهنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون

۱۹۴۷ء

(سورہ محمدؐ رکوع ۴۔ پارہ ۲۶)

[ترجمہ: پس بودے نہ بنو اور صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی
سربلند ہونے والے ہو]

فانجینه والذین معه برحمه

۱۳۶۶ھ

ترجمہ: پس ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے نجات بخشی۔
یعنی جناح صاحب اور مسلمانوں کو۔

تاریخ قیام پاکستان
(قرآن مجید سے)

کنتم خیر امۃ

(سورہ آل عمران)

۱۳۶۶ھ

ہوا قائم جو پاکستان آخر بھلے ہی دن تھے ہندوستاں کے واللہ
سمجھتے ہیں اسے وہ مژدۂ امن جو اسلام اور مسلم سے ہیں آگہ
یہ دنیا کو ہے آزادی کا پیغام شب تاریک میں ہے مشعل رہ

مساوات و اخوّت کا علمدار　　سکون و عافیت کا پیش خیمہ
ریاست کی مثالِ بے مثالی　　سیاست کا زمانے کو نمونہ
سناؤں قادری قرآں سے تاریخ؟　　بتاؤں اس کی اک وجہِ موجہّ؟
مسلمانوں کا پاکستان حق تھا
کہ تھا ارشاد: کنتم خیرًا اُمَّۃٍ (۱)

سورہ آل عمران رکوع ۱۲　　۱۳۶۶ھ

(۲)

(تاریخ دیگر از قرآن کریم در سنہ عیسوی)
(۲) اَحَلّنا دَارَالمُقَامَةِ مِن فَضلِهِ لَایَمسُّنَا فِیهَا نَصَب
۱۹۴۷ء (سورہ فاطر رکوع ۴ پارہ ۲۲)

(۱) کنتم خیر اُمة اخرجت للناس تامرون باالمعروف وتنهون عن المنکر و تومنون بالله۔ (تم بہترین امت ہو جس کو انسانوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔
(۲) ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا جہاں کوئی تکلیف نہ پہونچے گی۔

تاریخ تقسیم ہند و قیام پاکستان
(۱۵/اگست ۱۹۴۷ء و ۲۷/رمضان ۱۳۶۶ھ جمعہ)
پڑے عقل پر باغبانوں کی پتھر　　کیا آپ اپنا چمن ٹکڑے ٹکڑے
جو بیٹے ہی ظالم رہے ماں کے حق میں　　ہے تاریخ: "اُمّ وطن ٹکڑے ٹکڑے"
۱۳۶۶ھ

تاریخ

"حادثۂ حیرت ناک و اندوہ فزا" "واقعۂ عجیب آغا فرحت"

۱۳۶۷ھ ۱۹۴۷ء

۱۶ر نومبر ۱۹۴۷ء محرم ۱۳۶۷ء کو ہمارے محلّہ قاضی گلی میں یہ عجیب و غریب حادثہ پیش آیا کہ رات میں ۱۲ بجے کے بعد آغا شمس الحسن کے بھائی آغا شجاعت کا جوان لڑکا آغا فرحت مکان کے چھجے پر سے نیچے گلی میں گر پڑا۔ اقبال (فرزند ڈاکٹر ماشاء اللہ خاں) کے مکان میں سو رہا تھا۔ کئی روز سے وہیں سوتا تھا۔ مکان کے چھجے پر بہت اونچا کٹہرا لگا ہوا ہے اور چھجا مسقف ہے۔ کوئی شخص بے خیالی میں غلطی سے نہیں گر سکتا جب تک کٹہرے کے اوپر سے نہ کودے یا کوئی اٹھا کر نہ پھینکے۔ ان دونوں کا کوئی قرینہ نہ تھا۔ خودکشی کا کوئی سبب نہیں اور ۲۴ سال کے بھاری لڑکے کو اٹھا کر پھینکنا آسان نہیں۔ پھینکنے کی کشمکش سے گھر کے آدمیوں کا بیدار ہونا ضروری تھا۔ اور پھینکنے والا کون ہو سکتا ہے۔ محلے والے سب سو رہے تھے لیکن گرنے کی سخت آواز سے سب جاگ گئے اور دوڑ پڑے۔ لڑکا بے ہوش تھا۔ اندرونی چوٹ تھی۔ کہیں ضرب کا نشان نہ تھا۔ صرف ناک سے بے حد خون نکلا تھا۔ اس کے باپ بھائی تو خوف و دہشت اور صدمہ کے مارے پاس تک نہ آئے۔ ماجد اسی وقت زین خانہ سے حاجی حیدر بخش کی کار لائے۔ اس میں اہل محلّہ فرحت کو شفاخانہ لے گئے۔ مگر کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ دوسرے روز ۱۷ر نومبر ۳ محرم یکشنبہ کو شام کے وقت رخصت ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے!

دو تین مہینے کے بعد آغا فرحت کی والدہ نے نوحۂ منظوم لکھ کر مجھے اصلاح کے لیے بھیجا۔ نظم بالکل ناموزوں تھی مگر ماں کے جذبات تھے اور واقعات۔ میں نے ان کو نظم کر دیا۔ تاریخیں بھی نکال دیں بعض تاریخیں اور اشعار کتبۂ قبر پر لکھوائے گئے۔

اس واقعہ کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ صبح کو جب لڑکے کو شفاخانے میں ہوش آیا تو اس نے بعض اعزّہ سے کہا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے مجھے اٹھا کر نیچے دے مارا۔ اس سے لوگوں کا یہ قیاس ہے کہ اقبال کے مکان میں جو ہمیشہ سے جِن رہتے ہیں ان کے رہنے کی جگہ پر فرحت نے رات میں اٹھ کر پیشاب کر دیا تھا۔ اس کا نشان صبح کو دیکھا گیا تھا۔ جِنوں نے اٹھا کر پٹک دیا۔ اس مکان میں جِنوں کی روایت بہت مشہور ہے مکان والے کہتے ہیں کہ جِنوں نے اکثر اپنے وجود کا ثبوت دیا ہے اور لوگوں کو گستاخی پر معمولی سزائیں دی ہیں۔ اسی مکان کے پڑوس میں ایک بزرگ عالم و عامل مولوی واجد حسین صاحب رحمتہ اللہ علیہ رہتے تھے۔ وہ جِنوں کے عامل تھے۔ ان کا بیان ہے کہ انھوں نے اس مکان کے جن سے ملاقات کی۔ اس نے اپنا نام فضل الرحمٰن بتایا اور اکبر بادشاہ کے زمانے سے اس مکان میں اپنا قیام بتایا۔

اب یہ لطیفہ بھی قابل غور ہے کہ ۱۹۴۸ء سے اس اقبال والے مکان میں سندھی آباد ہیں۔ وہ جنوں کا ادب کیا ملحوظ رکھتے ہونگے۔ لیکن جن ان سے کچھ نہیں کہتے ممکن ہے مکان چھوڑ کر چلے گئے ہوں۔ خیر۔ اب تاریخیں درج کرتا ہوں:

"مدفن پاک نہاد آغا فرحت"

۱۹۴۷ء

آہ آہ مادرِ آغا فرحت

۱۹۴۷ء

یہ مرے لختِ دل کی تربت ہے — جس کو حق سے ملی شہادت ہے *
ماں ہے بیتاب اس کی فرقت میں — ہوئی جب سے کہ اس کی رحلت ہے
سال پیدائش اس کا سن ۱۹۲۵ء — اور وطن کاشمیر جنت ہے
خاندان اس کا ہند میں آیا — آگرہ موَطن اقامت ہے
ابھی چوبیسواں تھا سال اس کا — یہ جواں موت کیا قیامت ہے
تھا دن اتوار کا کہ پچھلی رات — آہ وقت نزول آفت ہے
سو رہا تھا کہ گر پڑا چھت سے — لیکن افتاد وجہ حیرت ہے
نہیں دم مارنے کی گنجایش — جو کچھ اللہ کی مشیّت ہے
شب ہی میں لے گئے شفاخانے — جب یہ دیکھا خراب حالت ہے
نہ بچی جان، کی بہت تدبیر — آہ کس کو اجل سے مہلت ہے
تھی محرم کی تیسری تاریخ — پیر کا دن تھا جس میں برکت ہے
تھی نومبر کی سترہ تاریخ — شام کا وقت، وقت رخصت ہے
یا خدا، غم نصیب ماں تجھ سے — اب طلب گار عفو و رحمت ہے *

کہدے تاریخ ٹوٹ کر دلِ زار
"آہ یہ خاک پاک فرحت ہے"
۱۳۶۷ھ

* یہ دنوں مصرع والدۂ فرحت کے ہیں یہی دو موزوں تھے میں نے ترمیم نہ کی رہنے دیئے۔

تواریخ

"لحدِپاک دل مہاراجہ سر محمد اعجاز رسول خاں بہادر"

۱۹۴۷ء

"اعزازیاب و خطاب یافتہ کے سی آئی ای۔ کے ئی۔ سی ایس آئی"

۱۹۴۷ء

"امیر عادل۔ رئیس و والی ریاست جہانگیر آباد، بارہ بنکی"

۱۹۴۷ء

بایجاد باکمال عبدالغفور اکبر آبادی سنگ ساز

۱۹۴۷ء

عبدالغفور خاں سنگ ساز سے قبروں کے کتبے بنوانے کے سلسلے میں تعلقات ہیں جب اُن کے پاس کسی لوحِ مزار کی فرمائش آتی ہے وہ مجھ سے تاریخیں لکھواتے ہیں۔ بے شمار لکھوائی ہیں۔ اس لوح کا قطعہ تاریخ وہی تھا جو پہلے بھی آچکا ہے اس لیے یہاں صرف عنوانات درج کیے ہیں۔

یہ ایک پرانی تاریخ کاغذات میں نکل آئی۔ میں نومبر ۱۹۵۳ء میں یہ تاریخیں ۱۹۴۳ء / ۱۳۶۲ھ سے نقل کر رہا ہوں۔ سب تاریخیں یک جا و مرتب نہیں ہیں اس لیے کہیں کہیں بے ترتیب درج ہو رہی ہیں۔

تاریخ وفات
"علاّمِ یگانۂ جہاں آقائے وحید دستگردی اصفہانی"

۱۳۶۱ھ

"چند مادّۂ سالِ وصال منظوم"

۱۳۶۱ھ

آں وحید دستگردی شہیر — کو سبق بُرد از حکیمان عظیم
رخت بست از خاکدان بے بقا — در جوار رحمت حق شد مقیم
بود در علم و ادب، شعر و سخن — بے عدیل و بے نظیر و بے سہیم
داخلِ "کاشانۂ فردوسِ خُلد" — گشت بارے، "دہر افروز حکیم"

۱۳۶۱ھ + ۵۸۱ = ۱۹۴۲ء

قادری، ہم سالِ شمسی آمدہ — آں وحید علامۂ عصر و فخیم *

۱۳۲۱ شمسی

* علامہ کا عین تقطیع سے ساقط ہے۔ تاریخ میں شاید عذر معقول ہو جائے۔ اس تاریخ کی یہ تقریب ہے کہ وحید دستگردی طہران سے ایک ماہانہ مجلّہ ارمغان نکالتے تھے اور وہ سینٹ جانس کالج میں دس پندرہ سال سے برابر آرہا تھا۔ ارمغان کو یہ تاریخیں بھیج دی تھیں۔

"تاریخ وداع ومہاجرت"

۱۹۴۷ء

تقسیم کے بعد ہمارے خاندان میں سب سے پہلے محمد احسن فاروقی ۸/ ستمبر ۱۹۴۷ء کو کراچی روانہ ہوئے۔ پھر نومبر میں نوشہ میاں کے اہل و عیال اور ان کی ہمشیرہ کا خاندان اور ان کے سسرالی رشتہ دار ظریف وغیرہ آگرہ سے اور یوسف سلطان کا خاندان کان پور سے براہ بمبئی جہاز سے روانہ ہوئے۔ عارف

فوجی ریل گاڑی میں لیفٹیننٹ یوسف کے ساتھ ۱۲ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو روانہ ہو کر ۱۶ر کو لاہور حکیم مبارک احمد کے مکان پر پہنچا۔

پہلے ہی محرم سے تھا جانے والا
کی فوج نے دیر، رہ گئی یوں ہجرت
تاریخ ہے ٹھیک، کم ہے گو ایک عدد
"عارف کو مبارک وہمایوں ہجرت"

۱۳۶۶ء

(۲)

کوئی اس کا مقصد نہیں اس سفر سے
مگر مفت سیر و سیاحت مبارک
گرے عین، لیکن ہے تاریخ پوری
کہ: "تفریحاً عارف کو ہجرت مبارک"

۱۹۴۷ء

تاریخ وفات

"صاحب دل و صاحب سجادۂ پیران کلیر شریف شاہ نواب احمد صاحب"

۱۹۴۷ء

طاب ثرئہٗ وجعل الجنت مثوئہٗ

۱۹۴۷ء

لوح من جانب حافظ عبدالستار

۱۹۴۷ء

متوطن دائمی فتح پور سیکری

۱۳۶۶ھ

اس لوح کے لیے بھی ایک پہلے قطعے میں ترمیم کر دی تھی اس لیے دوبارہ اس کو نقل کرنا ضروری نہ تھا۔

تواریخ بیاض اشعار مرتبہ ممتاز میاں فرزند اول نوشہ میاں

باغ بیاض گفتہ ممتاز دل نواز — گلزار دہر را سبب فخر و وجہ ناز
تاریخ قادری "زگہر سنجی" آمدہ — "ممتاز و سرفراز بہ اعزاز و امتیاز"[1]

۳۴۸ + ۱۶۰۰ = ۱۹۴۸ء

(۲)

ہے معطر مرے شعروں سے مشام شعرا
کون سا رنگ تغزل مرے دیواں میں نہیں

کلک معنی سے یہ تاریخ ہوئی ہے ممتاز
۲۴۰
"[2]پھول وہ میں نے چنے ہیں جو گلستاں میں نہیں"

۱۱۲۷ + ۲۴۰ = ۱۳۶۷ھ

(۱) اس مصرع میں نوشہ میاں کے چاروں لڑکوں کے نام صنعت ایہام کے ساتھ آئے ہیں۔
(۲) یہ مصرع مرزا داغ کا ہے۔

تاریخ وفات

(۱۸ نومبر ۴ محرم کو اجمیر شریف میں انتقال فرمایا)

والا حسب مولانا مفتی سعادت اللہ صاحب اسرائیلی سنبھلی

۱۹۴۷ء

سعادت تھا نام اور سراپا سعادت وکَانَ بکلّ العِبَادِ حفِیا
امام شریعت تھے، خضر طریقت وکَانَ ذَکیاً صَفِیا نقیا
کثیرا لکرامات مَادَامَ حیاً فَاَعطاہُ ربّی مکاناً عَلیا
لکھی قادری نے یہ تاریخِ رحلت
کہ "عاش تقیاً وَمَاتَ زکیا"

۱۳۶۷ھ

تاریخ وفات

اُمّ حامد علی نیک خصال پردہ فرما کے گئیں جنت کو
قادری ان کی لحد پر تاریخ لکھ دو "اب حور ملے خدمت کو"

۱۳۸۷ھ

تاریخ وفات

"فاضل علی مقدار" "عبدالمجید خاں افغان"

۱۳۶۷ھ ۱۹۴۷ء

(مولانا سعادت اللہ صاحب مرحوم کے بڑے داماد اور نوشہ میاں کے ہمزلف۔ ۲۰ دسمبر کو پشاور میں رحلت کی)

پنہاں نظر سے حضرت عبدالمجید ہیں وہ جن کو دو جہاں میں رضائے خدا ملی
پڑھنے کو آئے آگرہ سرحد کے پار سے یاں چار سمت علم وادب کی فضا ملی

اُستاد جو ہوئے تھے وہی، خسر بن گئے گویا کہ یوں سعادت دارین آ ملی
حاصل کمال دانش و علم و ادب کیا نعمت خدا کے فضل سے "کیا کہیے" کیا ملی
خلق نکو ملا، ورع اِتقا ملا عشق خدا، محبت خیرالوریٰ ملی
عمر عزیز علم کی خدمت بھی صرف کی ذہن ذکی ملا انھیں طبع رسا ملی
لو مزار کے لئے تاریخ قادری
لکھ: "رحمت کریم سے روح ان کی جا ملی"

۱۳۶۷ھ

تاریخ وفات
فراست بیگم اہلیہ حکیم انتظار الدین صاحب ایم اے
رفیقۂ انتظار

۱۹۴۷ء

فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْن
سورہ صافات ۱۹۴۷ء رکوع ۲ پارہ ۲۳

(۱)

اہلیہ انتظار کی ناگاہ جل گئیں آئے قضا تو پھر نہ بشر کو اماں ملے
بچہ جلا تھا، اسکو بچانے میں خود جلیں رُتبہ شہید کا انھیں یارب وہاں ملے
تاریخ قادری یہ دل زار سے ہوئی "بدلہ یہاں کی آگ کا باغ جناں ملے"

۱۳۶۷ھ

(۲)

فراست، یہاں آگ میں تو جلی ہے ترے دل کو ٹھنڈک ہو باغ جناں میں
یہ تاریخ رحلت کہی قادری نے کہ "پنکھا جھلیں تجھ کو جنت کی حوریں"

۱۳۶۷ھ

(۳)

بچے کی آگ میں جلنے سے ثابت ہے محبت کا رتبہ
تاریخ مرگ فراست ہے: "پایا ہے شہادت کا رتبہ"

۱۳۶۷ھ

تاریخ وفات ناگاہ گاندھی جی

۳۰ جنوری کو شام ۵ بجے عبادت گاہ میں ناتھورام ونائک گوڈسے نے ریوالور سے ہلاک کیا۔

"آہ ہم سے رہبر اعظم چھٹا"
۱۹۴۸ء

"قتل رہبر اعظم"
۱۹۴۸ء

"گاندھی انسان اعظم ہند آمد"
۱۳۴۷ھ

(۱)

جان قربان کی گاندھی جی نے ان کا غم ہے غم ہندستاں ہائے
بکرمی سال میں نکلی تاریخ "رہبر اعظم ہندستاں ہائے"

۲۰۰۴ بکرمی

(۲)

کیا بنے جان پہ ہندستاں کی کہ ہے جاں کاہ غم گاندھی جی
سال ہجری کی یہ تاریخ ہوئی "ہے بڑا آہ غم گاندھی جی"

۱۳۶۷ھ

(۳)

قیامت ہے کہ یوں سینے پہ گولی کھائیں گاندھی جی
بجا ہے ملک میں جتنا بھی شور آہ وزاری ہے
یہ سال عیسوی ہے بادلِ زار ان کی رحلت کا
کہ "ہندوستان کے دل پر بڑا ہی زخم کاری ہے"

۱۹۴۸ء

(۴)

پنڈت برج نرائن چکبست نے غالباً گوکھلے کے مرثیے میں یہ مصرع کہا تھا۔
"سہاگ قوم کا تیری چتا میں جلتا ہے"۔ اس سے ایک تاریخ یہ نکلی
"چتا میں تری، قوم کا سہاگ"

۱۳۶۷ھ

(۵)

چکبست کے مصرع میں تعمیہ کے ساتھ یہ تاریخیں نکلیں
یہ ہے جو "لب ملک" سے نکلتا ہے "سہاگ قوم کا تیری چتا میں جلتا ہے"
۱۲۲ + ۱۸۲۶ = ۱۹۴۸ء

(۶)

یہ آرہی ہیں صدائیں "بادِ عالم" سے "سہاگ قوم کا تیری چتا میں جلتا ہے"
۱۷۸ ۱۸۲۶ = ۲۰۰۴ بکرمی

تاریخ کامیابی خاتون بفرمائش خواجہ احمد فاروقی

(۱)

علم ہی زیورِ اصلی ہے ہر اک عورت کا کم نہ گم ہوگا خزانہ کبھی اس [illegible]
تہنیت مصرعِ تاریخ میں لکھ دو خواجہ "پائی بی اے کی [illegible]"

[illegible] ۱۳۶۷

ہو فزوں "عمر گرامی" تو یہ ہو ماہ ست مہ [illegible]

۵۸۱

(۲)

عورت ہے اگر علم کی دولت والی   بیشک ہے وہ کونین کی نعمت والی
خاتون عزیز پاس بی اے میں ہوئیں   خواجہ کہو تاریخ "فضیلت والی"

۱۳۶۷ھ

تاریخ انتقال اندوہ افزا
۱۹۴۸ء
عالی جناب والا مقام پروفیسر سید اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی
۱۹۴۸ء

(۱)

رفت ز دارِ فانی آہ   اُستادیٔ الفاضل شاداں
ماہر در ہر علم و ادب   در انشا کامل شاداں
در فطرت آزادہ روش   احساں را حامل شاداں
ہم بحرِ ذخارِ کمال   ہم ابرے باذل شاداں
ہم علم اندر خلقِ نکو   ہم بکرم مائل شاداں
بود بہر حالت قانع   بود بہر مشکل شاداں
گفتم: "داغِ شاداں آہ"   رفت جو ایں منزل شاداں

۱۳۶۷ھ

قادری آمد سال دگر
"فاضل زندہ دل شاداں"

۱۳۶۷ھ

(۲)
بیک مصرع آمد چار سال فوتِ آں ذی شاں
کہ: ہاں شمع معانی بود با خلق و کرم شاداں
فصلی ۱۳۵۵ + ۱۲
ہجری ۱۳۶۷ ۵۸۱
عیسوی ۱۹۴۸ ۵۶
بکرمی ۲۰۰۴

(۳)
معدن فضل بلگرام، چہرہ فروغ رامپور
۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء
(۴)
کرم فرما جناب منشی فاضل
۵۸۱ھ + ۱۳۶۷ھ
۱۹۴۸ء
(۵)
فاضل تنہا کرم شیوہ عظیم القدر بود
۱۳۶۷ ۵۸۱ ۱۳۶۷
۱۹۴۸ء ۱۹۴۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للّٰہ رب العٰلمین

۱۳۶۷ھ

جشن شادمانی محمد احسن فاروقی

۱۳۶۷ھ

یار خود آں یار ما کردیم وشد — عیش را تیار ما کردیم وشد
روز ما از سعیِ مابہ می شود — ہمچنیں صد بار ما کردیم وشد
زندگانی چوں بغربت بد گزشت — عقدِ خود ناچار ما کردیم وشد
چوں زمایارانِ مارُو تا فتند — رشتہ بااغیار ما کردیم وشد
گرچہ شد سنگِ حوادث سدِ راہ — راہ را ہموار ما کردیم وشد
گرچہ آمد ہر کسے باما بجنگ — فتح ایں پیکار ما کردیم وشد
گر کسے گوید کہ ما بد کردہ ایم — گو، بگریدزار، ماکردیم وشد
آہوے کزدستِ مایک بار رفت — رام دیگر بار ما کردیم وشد
مومنے کزدیرِ الفت می گریخت — بستہ زنار ما کردیم وشد
کافرے کزدین عشق آساں امید — بندہ دیندار ما کردیم وشد
بلکہ آمد سوئے ماباپاے خود — بروفا ناچار ما کردیم وشد
حل بعزمِ خویش واز فضل خدا — عقدہ دشوار ما کردیم وشد
سال آمد چوں بلاے جاں برفت — بخت را بیدار ما کردیم وشد

۹۷ — ۱۹۴۸ = ۹۷ - ۲۰۴۵

فروری ۱۹۴۸ء میں کراچی میں نکاح ہوا۔ ۲۳ مارچ کو تاریخ لکھ کر بھیجی گئی۔

تاریخ وفات

(لندن میں وفات پائی، علی گڑھ میں دفن ہوئے)

"ضیاء الدین نائٹ"
۱۳۶۷ھ

"ضیاء الدین فردوس مکاں"
۱۳۶۷ھ

"ریاضی میں ماہر"
۱۳۶۷ھ

"ہیں ڈاکٹر ضیاء الدین اب ارم میں آباد"
۱۹۴۸ء

تاریخ وفات کنور کرامت علی خاں سعد آباد

(یہ بھی غفور خاں سنگ ساز کی فرمائش سے ۱۹۴۸ء میں بیس سال بعد لکھی گئیں)

کلّ نفسٍ ذائقة الموت
۱۹۲۸ء

وہ کرامت علی خاں عظیم — جن کے خلق حسن کی شہرت ہے
ان سے جنت بھی کا سعد آباد — آج آباد قصر جنت ہے
رحمت خاص ان پہ ہو یا رب — عام، بندوں پہ تیری رحمت ہے
اُن کی "حظّ عظیم" ہے تاریخ — یہ بھی ارشاد ربِ عزت ہے
۱۹۲۸ء

سال ہجرت میں قادریؔ لکھ دو
"غفر اللہ" سال رحلت ہے
۱۳۴۶ھ

تاریخ وفات بی بی وصی النسا ہمشیرہ کنور کرامت علی خاں مرحوم
(بفرمایش غفور خاں سنگ ساز)

رَضِیَ عَنھَا اللّٰہ الباقی

۱۳۴۶ھ

وصی النسا آہ رخصت ہوئیں — خدایا ہو ان کو عطا قصرِ خُلد
ہَوا تیری رحمت کی ایسی چلے — بنے کُنج قبر اے خدا قصر خلد
وصی النسا کے لئے سیر گاہ — وہاں حوض کوثر ہو یا قصر خلد
دل زار سے قادری نے کہا — کہ "پائیں وصی النسا قصرِ خلد"

۱۳۴۶ھ

تاریخ آغاز ڈائری راقم بابت ۱۹۴۸ء۔ ۶۸۔۱۳۶۷ھ
(میں ہر سال ڈائیری لکھتا ہوں اور ہر نئی ڈائیری پر تاریخی سرورق اور تاریخیں لکھتا ہوں)

اِنَّ اللّٰہ لَھُوَ خَیرُ الرّازقِین

سورہ حج ۱۳۶۷ھ رکوع ۸ پارہ ۱۷

تاریخیں ہیں دونوں مصرعوں میں — پلٹا جو پھر آج دورِ ایام
"آغاز بخیر سال کا ہے" — "آغاز کا ہو بخیر انجام"

۱۹۴۸ء ۱۹۴۸ء

تاریخ
(زاہد حسن فریدی نے پاکستان جانے کے لئے کالج سے استعفیٰ دیا)

زاہد مدت سے کر رہے ہیں ساماں — تاریخ ہے: "ذوق ہجرت پاکستان"

۱۹۴۸ء

(۲)

کارواں اند کہ رفتند و روند ایں چہ کیفیت پاکستان ست
سال تاریخ ہجوم ہیجاں "شورش ہجرت پاکستان" ست
۱۹۴۸ء

تاریخ

میں کبھی عجب بے کار بے وجہ تاریخیں کہہ دیتا ہوں ۷ جنوری ۲۴ صفر کو آخری چار شنبہ تھا۔ گھر میں اس کا کچھ تذکرہ تھا۔ میں نے تاریخ کہدی
یہ ماہ صفر کا دن بہت فاخر ہے تاریخ: "چہار شنبہ آخر" ہے
۱۳۶۷ھ

تاریخ
(۱۰ مارچ کو نوشہ میاں کے مکان پر)

تھی گالیوں سے رات کو قاضی گلی، گندی گلی
تاریخ برجستہ ہوئی: "استغفر اللّٰہ العلی"
۱۹۴۸ء

تاریخ ولادت فرزند اول ساجد حسن قادری
(۱۴ محرم ۲۸ نومبر ۱۹۴۷ء کو شفاخانہ آگرہ میں)
صد شکر ز دید پسر امید بر آمد تاریخ ولادت شدہ: "خورشید بر آمد"
۱۳۶۷ھ

تواریخ چائے

۵ رجب ۱۳۶۷ھ ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو میں اور راشد حسن رام پور گئے۔ شام کو حضرت حافظ جمال اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے وہاں کے متولی صاحب سے تعارف ہوا تو انھوں نے بڑے اصرار سے چاء پلائی مٹھائی کھلائی وہیں بیٹھے بیٹھے یہ تاریخ ہوئی۔ جب چاء پی کر ہم اٹھنے لگے تو میں نے متولی صاحب کو قطعہ تاریخ سنایا۔ بہت خوش ہوئے اور مولوی ضیاء الدین سے کہا کہ لکھ لینا۔

(اس میں ایک کا تعمیہ ہے)

بے طلب چائے اور شیرینی اہل باطن ہی کے کمال سے ہے
ایک نے اُٹھ کے یہ کہی تاریخ چائے فیضِ شہ جمالؒ سے ہے

۱۳۶۷ھ

واپسی میں راستے میں ضیاء الدین اور دوسرے ساتھی کہنے لگے کہ اُن دوسرے صاحب نے توکل کے وعدے پر رکھا تھا۔ یہاں فوراً ہو ادی۔ یہ سن کر چلتے چلتے راستے میں یہ تاریخ ہو گئی اور سنادی۔

شکریہ بھی ندامت عدم قبول بھی دعوت بہ شکل لطف وکرم رونما ہوئی
وعدہ کیا انھوں نے، انھوں نے وفا کیا تاریخ ہے کہ "چائے قضا تھی ادا ہوئی"

۱۳۶۷ھ

تاریخ "لال خط"

۷ رجب ۱۳۶۷ھ ۱۷ مئی ۱۹۴۸ کو بچھراوں میں راشد علی کی شادی کا لال خط علی احمد کے یہاں سے آیا۔ تمام اعزہ جمع ہوئے تاریخ ہوئی۔

آیا طرب مآب ومسرت مآل خط تاریخ ہے کہ "لال خط آیا ہے لال خط"

۱۳۶۷ھ

تاریخیں

۲۹ رجب ۸ جون ۱۹۴۸ء کو مراد آباد سے میں اور خالد شاہجہاں پور روانہ ہوئے۔ بریلی کے اسٹیشن پر خالد اتر کر چاء پینے چلے گئے۔ اُن کے آنے سے پہلے ہی گاڑی چل دی دونوں ٹکٹ خالد کے پاس تھے۔ میں بہت پریشان ہوا۔ مگر خالد نے یہ ہوشیاری کی کہ بریلی کے اسٹیشن ماسٹر سے حال بیان کر کے شاہجہاں پور کے اسٹیشن ماسٹر کو تار دلوادیا۔ چنانچہ مجھے شاہ جہاں پور پر باہر جانے کی اجازت دیدی گئی خالد دوسری گاڑی سے آگئے۔ اس کی دو تاریخیں ہوئیں۔

ایک

ایک ساتھی تھا جب گیا وہ چھٹ ''جا رہے ہیں وہ بے ٹکٹ بگ ٹٹ''

۱۹۴۸ = ۱ - ۱۹۴۹

دوسری

ہوئی اللہ کی امداد رفع تشویش ہوئی تاریخ دل شاد سے: رفع تشویش

۱۳۶۶
+۱
۱۳۶۷ھ

تاریخ کامیابی

شاہجہاں پور میں اچھے میاں کی دولہن نے فرمائش کی کہ ان کی چھوٹی بھاوج یعنی سید محمد طاہر بخاری بی اے کی بیوی (جن کی ابھی ہفتہ عشرہ ہوا شادی ہوی ہے) انٹر کے امتحان میں پاس ہوئی ہیں۔ مبارک باد لکھ دیجئے میں نے تاریخ کہہ دی۔

مسرت خیز ہے یہ بھی خبر اخبار "لیڈر" کی
کہ بھاوج نے مری اور اک مہم تعلیم کی سر کی
جو ہو تعلیم کی دولت تو دولت مال ہی کیا ہے
اگر ہو علم کا زیور تو حاجت کیا ہے زیور کی
نہیں ہے رتبہ میں ظلِ ہما بھی علم سے بڑھ کر
لئے پھرتے ہیں جو طرّے اُڑاتے ہیں وہ بے پر کی
بڑھا "رُتبہ" تو لکھا نند نے بھاوج کو خوش ہو کر
۶۰۷
"مبارک کامیابی بیگم طاہر کو انٹر کی"
۱۳۴۱ + ۶۰۷ = ۱۹۴۸ء

تاریخ منگنی

آپا طاہرہ خاتون (والدہ محمد طاہر فاروقی) بریلی سے عزیزی محمد سجاد عرف حسن میاں سلمہ کی منگنی کرنے آگرہ آئیں۔ حکیم سلطان احمد کی ہمشیرہ کے ساتھ منگنی ہوی۔ ہونے والی دلھن کے امام ضامن باندھا گیا میں نے تاریخ کہدی۔

کرے مبارک خدا یہ منگنی، پھر آئے شادی کے عیش کا دن
سناؤ تاریخ طاہرہ تم "امام ضامن اب ان کے ضامن"
۱۹۴۸ء

تواریخ رمضان

(۲۹ر رمضان۶ااگست ۴۸ جمعتہ الوداع کو لکھی گئیں)

(۱)

یہ سال ہے جو "شعائر" کا اجتماع ہوا کہو کہ : "شکر خدا جمعتہ الوداع ہوا"

۵۸۱

۱۳۶۷
+۵۸۱
۱۹۴۸ء

(۲)

اللہ کا نام تیس دن میں ہم نے کبھی نام کو لیا ہے
رکھنے تھے روزے رکھ لئے ہیں ڈھونا تھا بوجھ، ڈھولیا ہے
کھایا، تو اُدھار ہے وہ روزہ دینا بھی پڑے گا جو لیا ہے
ہوگا بیدار، یا نہ ہوگا اک عمر تو بخت سو لیا ہے
دھبا نہ گناہ کا مٹے گا دامن کو اگرچہ دھو لیا ہے
اک دن وہی کاٹنا پڑے گا جو کچھ بد و نیک بولیا ہے
کیوں نفس کو پالتا ہے اتنا ظالم، یہ بھی سنپولیا ہے
کیوں ہو گا نہ زخم، درد، اذیت نشتر جب خود چبھولیا ہے

تاریخ ہے یادگار غفلت
"پورا رمضان ہو لیا ہے"

۱۳۶۷ھ

تواریخ عید

(۱)

۲۹ رمضان ۱۳۶۷ھ کو شام کے وقت ابر ہو گیا چاند نظر نہ آیا۔

آج کے چاند کی خوشی تھی بڑی ہو گیا خواب سب خیالِ عید
میں نے تاریخ بھی یہ خوب کہی کہ "نہ آیا نظر ہلال عید"

۱۳۶۷ھ

(۲)

بڑی دیر کے بعد ۹ بجے کے قریب لوگوں نے کہا کہ اعلان ہو گیا کل عید ہے۔

تاریخ بھی جو ہو تو عجیب و جدید ہو لکھ "اب کے بے ہلال نظر آئے عید ہو"

۱۳۶۷ھ

(۳)

شکر کن نعمتوں کا ہو یا رب برکت روزے اور نعمت عید
سال ہے: "عید ملت بیضا" ۱۳۶۷ھ ، اور بھی ہے "خدا کی رحمت عید" ۱۳۶۷ھ

قادری ہم بفارسی سال ست "آمدہ روح بزم عشرت عید"

۱۳۶۷ھ

(۴)

کیا مسرت عید کی ہو، کیوں نہ ہو دل مضمحل
دور احباب واعزہ، اور یہاں ہم پا بگل
ایسے موقع پر یہی تاریخ کہنی چاہیے
"عید میں حامد طبیعت مردہ و افسردہ دل"

۱۳۶۷ھ

(۵)

سال ہے یادگار صد حسرت کہدو: "عید صیام بے لذت"

۱۳۶۷ھ

تاریخ حال تفریح

۱۹۴۸ء

۱۲ اگست کے اخبار "اسٹیٹس مین" ایک دلچسپ تصویر شائع ہوئی تھی جس میں وزیر اعظم جواہر لال نہرو جھولا جھول رہے ہیں اور سیاسی کوفت کو اس تفریح سے دور کر رہے ہیں۔ مجھے یہ ادا بہت بھلی معلوم ہوئی اور تاریخ کہدی۔

نہ کیوں آخر وزیر اعظم ہندوستاں جھولیں
مذاق ہند کی اک شان ہے لاریب جھولے میں
یہ از روے طبیعت قادری تاریخ موزوں ہے
"عجب تفریح کا سامان ہے لاریب جھولے میں"

۱۳۶۷ھ

تاریخ یوم آزادی

"سال ختم بہ خیر"

۱۹۴۸ء

بظاہر شور شر سے گو نہ تھا کچھ روز حال اچھا
مگر بے شبہہ آزادی کا ہوتا ہے مآل اچھا
کہی تاریخ اچھی میں نے ختم سال اول پر
"مبارک باد، آزادی کا گذرا ایک سال اچھا"

۱۳۶۷ھ

تاریخ

اپنی نظر ہے مولےٰ پر — مالک وہ ہے قادر وہ
وہ باقی ہے، فانی سب — اول وہ ہے آخر وہ
دیکھتا ہے وہ سب کا حال — حاضر وہ ہے ناظر وہ
توبہ کر سرکش بندے! — غالب وہ ہے قاہر وہ
نوری، ناری ظاہر ہے — مومن یہ ہے کافر وہ
دل ہے جس کا پاک اور صاف — طیب وہ ہے طاہر وہ
جو آلودہ دنیا ہے — فاسق وہ ہے فاجر وہ
چھوڑے گا جو راہ حق — عقل کا ہوگا فاتر وہ
مومن ہے تو کیوں چھوڑے — حق، باطل کی خاطر وہ
حق مومن کی جانب ہے — گو عاجز ہے بظاہر وہ
رہتا ہے ہر حالت میں — مرضی حق پر شاکر وہ
جو گذری ہے، جو گذرے — قانع وہ ہے، صابر وہ
جو نہیں ڈرتا اللہ سے — ظالم وہ ہے، جابر وہ
مومن کو ہے خوف خدا — ظلم سے یوں ہے قاصر وہ
جب نہ چلے بس بندوں پر — کیوں نہ کہے رب پھر وہ
کہتا ہوں میں اک تاریخ — شاید نکلے نادر وہ
میں تو ہوں بس اک تک بند — جو استاد ہے، شاعر وہ
دل کے کہے سے کہتا ہوں — جب ہو جاتا ہے بر وہ

فضل خدا کی ہے تاریخ
"حافظ وہ ہے ناصر وہ"

۱۳۶۷ھ

(۲)

شکر کردیم کہ خطر مارا داشت آزاد حافظ وناصر
قادری ایں دعاو تاریخ ست کہ "خدا باد حافظ وناصر"

۱۹۴۸ء

تاریخ

۱۹ اگست ۴۸ کو سلونو (رکھشابندھن) کے دن صبح سے بارش کا سلسلہ شروع ہوا تو تار ہی نہ ٹوٹا مجھے مولوی محسن کاکوروی رحمتہ اللہ علیہ کے قصیدے کا یہ شعر یاد آگیا۔

راکھیاں لے کے سلونو کی برہمن نکلیں
تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل

اور اسی کے الفاظ سے تاریخ ہو گئی۔

اب فرشتوں کو حکم دے یا رب مشغلہ چھوٹ جائے بارش کا
کہی تاریخ میں نے گھبرا کر "تار اب ٹوٹ جائے بارش کا"

۱۹۴۸ء

تاریخیں

۲۴ شوال ۱۳۶۷ھ ۳۰ اگست ۱۹۴۸ء کو مولوی حاجی محمود علی صاحب قبلہ کے ہاں تیسری بیوی سے فرزند اول تولد ہوا۔

کھل گئی دل کی کلی مٹ گئی سب بے کلی
یعنی "تولد ہوا وارث محمود علی"

۱۳۶۷ھ

اس تاریخ علی کا عین ساقط ہوتا ہے مگر اس کے بغیر موزوں نہ ہوتا تھا۔

(۲)

چند روز کے بعد وہ بچہ ذخیرہ آخرت ہو گیا

کیا نہ رہا اب وہ بھی جہاں میں؟ خیر سے وارث ان کو ملا تھا
پوچھتے ہیں جو، اُن سے یہ کہدو "جی وہی وارث باغ جناں میں"

۱۹۴۸ء

(۳)

نہ ہو آرزو اب تو اک بات نکلے انھیں ورنہ مرگ پسر کیا نئی ہے
یہ تاریخ ترک تمنا کی ہو گی کہ "دل سے تمنائے وارث گئی ہے"

۱۳۶۷ھ

تاریخ وفات عم مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب قبلہؒ

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ

سورہ حجر ۱۳۶۷ھ پارہ ۱۴

تاریخ

(۱۳؍ ستمبر ۱۹۴۸ء ۸ ذیقعدہ)

(۱)

یہ نکلا سال، ہوا جب تباہ سب ضوبا کہ "آہ قاسم رضوی دکن کو لے ڈوبا"

۱۳۶۷ھ

(۲)

بتاریخ دکن می گویم وصدق اندر آں دانی

۱۹۴

"چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی"

۱۱۷۳
+۱۹۴
۱۳۶۷ھ

تاریخ دلچسپ

۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کو میں صحن میں بجلی کی روشنی میں پڑھ رہا تھا۔ ۱۱ بجے بجلی بند کی تو دیکھا کہ تمام آنگن میں خوب چاندنی پھیلی ہوئی ہے۔ مجھے خیال بھی نہ تھا کہ پورا چاند ہے۔ بجلی کی تیزی میں چاندنی غائب ہو گئی تھی۔ یہ خیال آتے ہی ایک مصرع زبان سے نکلا اور فوراً تاریخ کا خیال آیا۔ بجلی پھر روشن کر کے مصرعہ لکھ کر عدد نکالے تو پورا سنہ ہجری نکلا۔ بالکل اتفاق تھا۔ وہ یہ ہے۔

سامنے بجلی کے غائب چاندنی

۱۳۶۷ھ

تواریخ
"کیفیات مرض وشفا"

۱۹۴۸ء

میں ۲۴ اگست ۱۹۴۸ء سے تقریباً ڈھائی مہینے آغاز نومبر تک مسلسل بیمار رہا زکام سے آغاز ہوا پھر بخار جاڑا آیا۔ پھر خفیف حرارت رہنے لگی ضعف بہت ہو گیا۔ کالج سے اکثر رخصت پر رہا۔ کبھی حرارت بالکل محسوس نہ ہوتی تھی مگر پھر ہو جاتی تھی۔ میں اس عرصے میں ہر کیفیت اور تغیر کی تاریخیں کہتا رہا۔ بے شمار تاریخیں اپنی بیماری وصحت کی کہہ لیں۔ ان تاریخوں کے علاوہ اور قسم قسم کی اتنی تاریخیں ان مہینوں میں کہہ لیں کہ سال بھر میں اتنی نہ کہی ہو نگیں۔ اس لئے کہ باوجود حرارت ضعف کے لکھنے پڑھنے کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک انگریزی افسانوں کی ۱۱۰۰ صفحوں کی کتاب لیٹے لیٹے پڑھ ڈالی خطوط و مضامین بھی لکھتا رہا۔ بیماری کی بعض تاریخیں اخبار دبدبہ سکندری رام پور میں شائع کرائیں۔

(۱)

کہا یہ میں نے جو دیکھا اڑا ہوا ہے بخار کہ "آج کل مرے پیچھے پڑا ہوا ہے بخار"

۱۳۶۷ھ

(۲)

تاریخ عیسوی بھی یہ نکلی ہے بے بدل "پیچھے مرے بخار پڑا خوب آج کل"

۱۹۴۸ء

(۳)

سوجھی تاریخ اب کی بار ہمیں "تین ہفتے سے ہے بخار ہمیں"

۱۹۴۸ء

(۴)

تقاضے جب پئے تاریخ بار بار ہوئے کہا: "بخار تو ہے، ہفتے آج چار ہوئے"

۱۹۴۸ء

(۵)

ماہِ تاریخ ودعا می رخشد کہ "رہائی ز حرارت بخشد"

۱۹۴۸ء

(۶)

تخصیص نہیں کچھ اس میں، تعمیم ہی ہے
ہر حکم خدا واجب تعظیم ہی ہے
وہ دیکے مرض، شفا بھی دے کہ نہ دے
ہر حال میں شکر، اس کی تعلیم ہی ہے
تاریخیں ہیں عیسوی و ہجری دونوں
منظور جو کچھ حق کو، وہ تسلیم ہی ہے

۵۸۱ + ۱۳۶۷ء

۱۹۴۸ء

(۷)

کیا ہے فکرِ حرارت ایسی جائے گی خود جو ہو گی جانی
رکھئے تاریخ کے مطابق "جاری اپنی کتاب خوانی"

۱۳۶۷ھ

(۸)

دبایا مرض نے ہمیں ایسا ایسا
۱۳۶۷ھ
بڑا ضعف نے بدلا نقشا ہمارا
۱۹۴۸ء

چلایا ہے کیا تیر تاریخ کا یہ
۱۹۴۸ء
حرارت نے چھوڑا ہے پیچھا ہمارا
۱۳۶۷ھ

(۹)

یہ ازروے بیچارگی کہہ ہی ڈالا "مرض نے ہمارا پلیتھن نکالا"

۱۹۴۶
+۲
۱۹۴۸ء

(۱۰)

شفا حاصل ہوئی جب حسب احکام خداوندی
کہی تاریخ "صحت بھی ہے انعام خداوندی"

۱۳۶۷ھ

(۱۱)

سال صحت کہیئے، جو حق کا ہے لطفِ بے قیاس
"موجب احسان و منت، موجب شکر و سپاس"

۱۳۶۷ھ

(۱۲)

(بقر عید کا گوشت کھانے سے پھر حرارت ہو گئی)

پھر مرض لائے نہ بد پرہیزی　　سوچتی تھی یہی بات اول سے
جو نتیجہ ہے وہی ہے تاریخ　　"پھر بخار آہی رہا ہے کل سے"

۱۳۶۷ھ

(۱۳)

تاریخ کا یہ سجا ہے گھملہ　　"پھر آج ہوا مرض کا حملہ"

۱۳۶۷ھ

(۱۴)

حرارت کی تاریخ سچ مانیئے　　کہ "اس کو مرض گوشت کا جانیئے"

۱۹۴۸ء

(۱۵)ء

دل تو کرتا ہی نہیں تاریخ لکھوانے سے بس
"اب بخار آنے لگا ہاں گوشت کے کھانے سے بس"

۱۹۴۸ء

(۱۶)

یہ لکھئے سال، جو آتا ہے بار بار بخار　　"یہی ہے اصل کہ کھانے کا ہو خمار بخار"

۱۹۴۸ء

خطاب کر کے بھی تاریخ ایک یہ لکھیئے　　"نکال، ہم پہ بس اپنا وہ سب بخار، بخار!"

۱۹۴۸ء

(۱۷)

دے دی تھی شفا مرض سے حق نے　　مبنی ہے اعادہ کس سبب پر
تاریخ سے وہ سبب ہے ظاہر　　"کچھ شکر کیا نہ فضل رب پر"

۱۹۴۸ء

(۱۸)

مرض نہیں مجھے تاریخ کا، بخار سے کم
دبا پھر ایک رہے کیا، جب ایک اُبھرتا ہے
چنانچہ دونوں عوارض کی ایک ہے تاریخ
"مرض قدیم جو ہے، اب وہ عود کرتا ہے"

۱۹۴۸ء

(۱۹)

بندہ ہے وہ مطلب کا، تمنا کا، ہوس کا اول ہے، نہ انسان کی اغراض کا آخر
بہتر ہے کہ شاکر رہے مولےٰ کی رضا پر تاریخ ہے: "کیا کیجیے امراض کا آخر"

۱۹۴۸ء

(۲۰)

لکھا جو نہ تھی آج حرارت کی جفا "پیدا ہوئے کچھ دوبارہ آثار شفا"

۱۳۶۷ھ

(۲۱)

سمجھ میں حال اس تاریخ سے شاید کچھ آئے گا
یہ کہدو: "ضعف کافی ہے جو جاتے جاتے جائے گا"

۱۹۴۸ء

(۲۲)

یہ وہ بخشش ہے، اس کے سامنے بخشے گا کیا بخشی
شفا بخشی جو حق نے، دولت بے انتہا بخشی
نئی تاریخ ہے، اور سال ہجری ساتھ ہیں جس میں
کہ: "شکر خالق عزّ و جل، مجھ کو شفا بخشی"

۱۳۶۷ھ ۱۳۶۷ھ

(۲۳)

چالیس دن ایسے گذرے ہیں، روزانہ حرارت ہوتی تھی
اس سے تھا گماں، تقدیر میں جو آرام تھا، شاید ختم ہوا

تاریخ شفا میں جدت ہے، دو عیسوی سن ہیں دو ہجری
بالجملہ مرض کا قصہ نیک انجام تھا شاید ختم ہوا

۱۳۶۷ھ — ۵۸۱ — ۱۳۶۷ھ

۱۹۴۸ء — ۱۹۴۸ء

تاریخ

کالج میگزین کے پرنسپل شبلی نمبر کے لئے مضمون لکھنے کو مغیث الدین فریدی سے کہا تھا۔ جب تقاضہ کیا تو بولے۔ بس آخری پیراگراف رہ گیا ہے۔

کہی تاریخ یہ ان کا سمجھ کر پہلے ہی فقرہ
"دیا فقرہ، ابھی باقی رہا ہے آخری فقرہ"

۱۹۴۸ء

تاریخ عرقابی

۲۳ اگست ۱۹۴۸ء کو رام پور میں ابن علی خاں عرف ابن خاں (منشی فضل حسن خانصاحب صابری مدیر و مالک اخبار دبدبہ سکندری رام پور کے عزیز) برسات کے طوفان میں اتفاق سے ڈوب کر انتقال کر گئے۔ یہ تاریخیں ۱۸ ستمبر کے دبدبہ سکندری میں شائع ہوئیں۔

(۱)

نہ پوچھ ابن علی خاں کے سوگواروں کی
یہ جیتے جی مرے، اور خود وہ جی گئے مر کے
ہے ایک (''عیسوی تاریخ'') ''غرقِ رحمت'' بھی
۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء
کہ دھل گئے ہیں گناہ ان کے زندگی بھر کے
یہ لکھ دو قادری تاریخ سال ہجری میں
کہ: ''ڈوب کر بھی وہ پہنچے کنارے کوثر کے''
۱۳۶۷ھ

(۲)

اِبّن خاں ڈوب کر بھی پار اُترا آج لیکن دل تو ڈبو گیا سب کا آج
گھر فضل میاں کے، سچ ہوئی یہ تاریخ ''گویا کہ ہوئی قیامت صغریٰ آج''
۱۹۴۸ء

(۳)

وہ دیکھے ڈوبتا اک نوجوانِ بیکس کو جو خود چھٹا نہ ہوئی نفس وہوا کے پنجے سے
ہزار حیف کہ صادق ہوئی ہے یہ تاریخ کہ: ''آہ کون چھڑائے قضا کے پنجے سے''
۱۳۶۷ھ

(۴)

اِبّن خاں کو بہشت اے مولےٰ دے اس کے ماتم زدوں کے دل ٹھہرا دے
تاریخ ہے: غرق ہو گیا ہے آج آہ ہوتا ہے جو قاضیٔ قضا فتویٰ دے
۱۳۶۷ھ
کی میں نے دُعا، وہی تھی تاریخ وفات یعنی: ''اجرِ شہادتِ عظمےٰ دے''
۱۹۴۸ء

تاریخ

اوپر کی تاریخیں فضل حسن خانصاحب نے اپنے اخبار میں شائع کیں تو ایک نوٹ بھی لکھا۔ اس میں رام پور کے کسی ادیب و نقاد کا تاریخوں کے متعلق بھی فقرہ لکھا کہ : پروفیسر صاحب تاریخ گوئی کے بادشاہ ہیں" میں نے بھی تاریخ لکھ کر بھیج دی۔

سب کچھ ہیں وہی، جو علم و فن کے ہیں دھنی
دعوے ہو مجھے، تو ٹھہروں گردن زدنی
خجلت سے جو بندے[۲] کا سر اٹھے تو کہے
کہتے ہیں وہ بادشاہ، اللہ غنی!

۱۹۵۰
-۲
۱۹۴۸ء

تاریخ

بیماری کے سبب سے بہت دنوں میں ۲۵ اکتوبر ۴۸ء کو کالج گیا تو دیکھا کہ اسٹاف روم کا پرانا کوچ اور کرسیاں بالکل نئی ہو گئی ہیں۔ وہیں یہ تاریخ ہو گئی۔

ہو گیا تھا سب خراب اور پوچ سیٹ　　اس لئے سارا وہ پھینکا نوچ سیٹ
ہے یہ تاریخ درستی قادری　　"خوبصورت بن گیا سب کوچ سیٹ"

۱۹۴۸ء

تاریخ دیوالی

اُسی روز میں نے پروفیسر امبیکا چرن شرما سے پوچھا کہ دیوالی کس دن ہے۔ وہ بڑے مسخرے ہیں بولے، "مجھے کیا معلوم؟ بنیوں کا تہوار ہے۔ لکشمی کی پوجا ہوتی ہے پنڈتوں کو کیا مطلب" مجھے تاریخ سوجھ گئی۔

نہو مطلب کوئی، تاریخ کی مجھ کو تو کوشش ہے
"یہ دیوالی کا تہوار آج اک زر کی پرستش ہے"

۱۹۴۸ء

تواریخ وفات
"ممدوحِ جہاں و بانیٔ پاکستان قائدِ اعظم جناح"

۱۹۴۸ء

(۱)

ہم میں نہیں وہ آج مشیت خدا کی ہے تاریخ ہے: "جناح پہ رحمت خدا کی ہے"

۱۳۶۷ھ

(۲)

فرشتے کہنے لگے عرش پر یہ آہ کے ساتھ
"جہاں میں دین کی خدمت ترے حوالے کی ہے"

۱۹۴۸ء

تو جبرئیل سر اپنا اٹھا کے بول اٹھے
"جناح، خلد کی نعمت ترے حوالے کی"

۱۹۴۸ء

(۳)

اے قائد اعظم و زعیم اکمل ہو روح پہ تیری رحمت عزو جل
تاریخ وفات قادری نے یہ لکھی "ہے گوشہ قبر یا تراشیش محل"

۱۹۴۸ء

تاریخ وفات

(بفرمائش محمد احسن فاروقی از کراچی)

خلق سے پردہ کر کے گئے وہ ۔۔۔ خُلق میں جو تھے اکرم و امجد
تعمیہ سے یہ سال رحلت ۔۔۔ نکلا ہے بحساب ابجد
واصلِ مالکِ دین و دنیا ۔۔۔ سید فخر الدین محمد

+۲۲۶ ۔۔۔ ۱۱۴۱=۱۳۶۷ھ

تواریخ مظہر الحق

۹/ اکتوبر ۴۸ کو شمس الحق نظامی (چھمن) کا خط آیا کہ ان کا لڑکا مظہر الحق جو رمضان سے فرار تھا، عید کے دن مل گیا پہلے بھی بچھراوں اور کراچی میں بھاگ چکا ہے۔

"بے عقلی مظہر" ہے نکل جانے کی تاریخ
۱۳۶۷ھ

تاریخ چھپے رہنے کی ہے: "واہ رے مظہر"
۱۳۶۷ھ

ہو ساتھ جو "مظہر" کے "علی ولی اللہ"
۱۱۴۵ + ۲۲۲=۱۳۶۷ھ

کیوں آئے نہ گھر، کیوں نہو تاریخ بھی بہتر

(۲)

"ہمایوں طالع مظہر" ہے تاریخ ۔۔۔ کہ واپس بعد مدت آگیا ہے
۱۳۶۷ھ

یہ ہے اک عیسوی تاریخ بھی اور ۔۔۔ کہ: "مظہر گھر سلامت آگیا ہے"
۱۹۴۸ء

(۳)

کس وقت نکل جائے، بھروسا کیا ہے — حاضر کو بھی سمجھو کہ ہے غائب گویا
ہے اس کی عجیب حرکتوں کی تاریخ — "اک یہ بھی ہے مظہر العجائب گویا"

۱۳۶۷ھ

تواریخ عیدالضحیٰ

(۱)

راشد علی نے لکھا کہ قربانی کا انتظام نہیں ہو سکتا تو میں نے لکھ بھیجا
"عیدالضحیٰ کیا جو قربانی نہ ہو"

۱۳۶۷ھ

(۲)

"جی، بقر عید نہیں، نام ہی ہے خالی نام"

۱۳۶۷ھ

(۳)

"ہو عید ہی کیا بغیرِ احباب"

۱۳۶۷ھ

(۴)

قطعی بے عیش — عید قرباں گذری

۵۸۱ + ۱۳۶۷ھ

۱۹۴۸ء

تاریخیں

۱۶/ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو مراد آباد سے پیر بھائی عبدالمنان صاحب اکبر آبادی، انجینئر، مراد آباد کے بڑے بھائی عبدالمبین صاحب ملنے کے لئے آگئے اور تقریباً ایک مہینہ ۱۳/ نومبر تک مقیم رہے۔ بہت خوب، بڑے خلوص کے بزرگ تھے۔ اُن میں کچھ جذب کا اثر تھا۔ اس لئے ان کی یہ عجیب عادت تھی کہ اکیلے بیٹھے بیٹھے اپنے آپ زور زور سے باتیں کیا کرتے تھے۔ دروازے میں قیام تھا۔ اُن کی آواز اندر آتی تھی۔ بچے بڑا تعجب کیا کرتے تھے۔

(۱)

وہ تنہا کیا کرتے ہیں یوں کلام — کہ کوئی پس پردۂ غیب ہے
سمجھتے ہیں مجذوب، بچے اُنھیں — مگر فضل رب یہ تو لاریب ہے
یہ تاریخ ہے قادری، بر محل — کہ "مجذوب ہیں بھی تو کیا عیب ہے"

۱۳۶۷ھ

(۲)

۱۳ نومبر ۱۱ محرم کو کہیں گئے اور غائب ہو گئے رات تک نہ آئے۔

یہ تاریخ نکلی جو آئے نہ اب تک
کہ: "مجذوب اب کل سے غائب یکایک"

۱۹۴۸ء

(نائی کی منڈی میں کسی دوست کے یہاں گئے تھے پھر وہیں منتقل ہو گئے)

تاریخ

نام کے بھی وہ ولی ہیں کام کے بھی وہ ولی
مدح جب ان کی نہیں ممکن تو لازم ہے سکوت
میں سناؤں اک لطیفہ، میں لکھوں اک واقعہ
چاہتے ہو گر دلیل اور مانگتے ہو گر ثبوت

ان کے گھر لڑکا ہوا ہے، گو ہیں وہ پیرِ خرف
ضعف سے ان کی رگیں ہیں گرچہ تارِ عنکبوت
دے خدا اے پاک اپنے فضل سے، احسان سے
اس سے بڑھ کر انکو قوت، اس سے بہتر انکو قوت
وہ سلامت اور قوی، بیوی جوان و تندرست
ان کو دے بچوں پہ بچے، ربّ حی لایموت
بعد مدّت میرے گھر آئے، لکھوں تاریخ بھی
"وہ حضور و زیبِ بزم و پیر جی و راجپوت"

۱۹۴۸ء

ایک اور قافیہ میں بھی تاریخ نکالی تھی مگر اس کو درج نہیں کیا جاتا بلکہ اس تاریخ کی تاریخ لکھی جاتی ہے:

"ناگفتہ بہ است نانوشتہ ہم نیز"

قطعہ کے مصرع میں تلمیح یہ ہے کہ پروفیسر مولانا ولی محمد خانصاحبؒ کو کالج میں تمام طلبہ واساتذہ اور چپراسی حضور کہا کرتے تھے اور وہ بزم ادب آگرہ کے بڑے رکن رکین تھے اور دوستوں نے ان کی صفات پر ان کو پیر جی کا لقب دیا تھا اور کالج سے پہلے وہ راجپوت اسکول آگرہ میں ملازم تھے۔ اس لئے مولوی راجپوت کہلاتے تھے۔ یہ بات درج ہونے سے رہ گئی کہ اس ناگفتہ بہ تاریخ کا یہ تاریخی قطعہ بھی اسی روز کہا تھا:

ایں فحش نویسی از من افسوس — توبہ بخدا از جملہ آفات
گفتم بدل وہمانست تاریخ — "دیدی ایں ریش وایں خرافات"

۱۹۴۸ء

تاریخ واقعہ

مولانا حالی کی "مناجات بیوہ" کا شعر ہے۔

تھپکے اور نہ دے تو سونے　　مارے اور نہ دے تو رونے
تیرا کہنا اور، کرنا اور ہے　　گو اسے ثابت کبھی ہونے نہ دے
شعر سے حالی کے اک تاریخ ہے　　"تو ہمیں تھپکے بھی اور سونے نہ دے"

۱۳۶۷ھ

دوسری تاریخ ہے از روے یاس ۱۰　　"تو ہمیں مارے مگر رونے نہ دے"

۱۳۵۷
+ ۱۰
۱۳۶۷ھ

تاریخ پرمٹ

(۱)

"ہوا ہے، لیجئے، پرمٹ ضروری"

۱۹۴۸ء

(۲)

داخلے پر لگیں اُدھر شرطیں　　رہ گئی سب امید ادھر مٹ کے
جانے والا جو ہو سنے تاریخ　　کہ: "نجائے بغیر پرمٹ کے"

۱۹۴۸ء

تاریخ ولادت

ہمارے مکان کٹرہ خانخاماں کے اوپر کے حصے میں جو تاجر چرم محمد رفیق صاحب رہتے ہیں۔ اُن کی بیوی بالکل تنہا تھیں ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو شب میں آثار ولادت شروع ہوئے نیچے سے والدہ راشد اوپر گئیں۔ پھر نیچے آئیں پھر گئیں دائی وغیرہ کی بار بار آمد ورفت رہی۔ مگر انتظار کے بعد دائی کی رائے ہوئی کہ آج بچہ نہ ہوگا۔ اطمینان سے سور ہو مگر بچہ دوسرے دن بھی نہ ہوا۔

(۱)

کہیں بچہ نہ ہوا، رات گئی، دن گذرا،
یا یہ غل تھا کہ "اری چل"، "اِدھر آجلد اوری"
ہوئی صادق یہ مثل اور ہوئی پوری تاریخ
"ایں ہمہ بے نمکی، آں ہمہ شوراشوری"

۱۳۶۷ھ

(۲)

جب لڑکی پیدا ہوئی اور اس کا نام ذکیہ رکھا گیا تو میں نے کہا:
کہ "دائم ذکیہ سلامت الٰہی"

۱۳۶۷ھ

وفات سے ۲۳ سال کے بعد محی الدین احمد خاں صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر میرٹھ کالج کی فرمائش سے لکھی گئی۔

پردہ فرما کے جو دنیا سے گئیں شامل حال ان کے رحمت ہوگئی
جنت الفردوس میں ان کو سپرد خدمت خاتونؑ جنت ہوگئی
قادری لکھ دیجئے سال وفات "حاصل اب جنت میں راحت ہوگئی"

۱۳۴۵ھ

تواریخ ڈاکٹری عبادت بریلوی
(بفرمائش خواجہ احمد فاروقی)

(۱)

کیوں عبادت نہ ہوتے پی ایچ ڈی تھا جو تنقید میں ید طولیٰ
تم بھی خوش ہو کے سالِ ڈاکٹری لکھ دو خواجہ "فضیلت اولیٰ"

۱۳۶۷ھ

(۲)

شکر ہے بھائی عبادت ہو گئے پی ایچ ڈی
مل گیا ہمت کا تمغا قابلیت کی سند
پیش کردو تہنیت کے ساتھ یہ تاریخ بھی
"واہ اچھی ہاتھ آئی اک فضیلت کی سند"

۱۹۴۸ء

(۳)

عبادت کی تنقید ہے بے مثال — بنایا ہے بدر اس کو جو تھا ہلال
یہ تاریخِ اعزاز پی ایچ ڈی — لکھو: "طرہ علم و فضل و کمال"

۱۳۶۷ھ

تاریخ وفات
"پاک دل پیر جیؒ سید ظفر حسن مرحوم"

۱۹۴۸ء

کر گئے اب ظفر حسن پردہ — تھے خدا کے وہ بندۂ مقبول
سید و پیر و متقی و خلیق — ششدر ان کی صفات میں ہیں عقول
قادری لکھ دو ان کا سال وفات — "وہ رہے داخل جوارِ رسول"

۱۳۶۷ھ

(۲)

پیر جی کے واسطے لکھ قادری — "عیسوی تاریخ"، "مختار بہشت"
۱۳۶۷ھ — ۱۹۴۸ء

اور: "ہجری بھی ہے تاریخ وفات" — "دادِ حق ہے سیر گلزار بہشت"
۱۹۴۸ء — ۱۳۶۷ھ

(بفرمائش ڈاکٹر فصیح الدین)

تاریخ وفات محمد عفیف فرزند ڈاکٹر محمد ظریف صاحب جماعتی

داغ دے جائے جو فرزند جواں　　پوچھنا کیا صدمۂ قلبِ ظریف
داخل رحمت ہو فرزند سعید　　صبر پائے باپ کا قلبِ ضعیف
قادری، لکھ دو یہ تاریخ وفات　　"ہوں جوارِ رحمتِ حق میں عفیف"

۱۳۶۷ھ

تاریخ وفات حامدہ دختر ضیاء الحق مرحوم

۱۴ جولائی ۴۸ء و ۶ ر مضان چہار شنبہ

کیوں جہاں تاریک ہے؟ کیا حامدہ رخصت ہوئی
جان کو کب ہوش اتنا، دل کہاں قابو میں ہے
غم زدہ ماں کے دل وجاں کا بیاں کیا ہو سکے
آہ میں کیفیت جاں، حالِ دل آنسو میں ہے
دفن ہونے کو گئی بچھراؤں میں بجنور سے
یہ کشش خاک وطن کی، قوت جادو میں ہے
رحمت حق! حامدہ کو اذنِ سیرِ خُلد ہو
ہاں، کلیدِ خلد تیری جنبش ابرو میں ہے
پھر کہے یہ قادری تاریخ قلبِ زار سے
یعنی: "بیٹی خلد میں بھی باپ کے پہلو میں ہے"

۱۳۶۷ھ

تاریخ وفات اہلیہ سید واصف علی، ایم اے، اکبر آبادی

جانے سے اب اسکے زندگی میں ہے خلا　　ورنہ پوری تھی سب، کمی جو کچھ تھی
تاریخ میں جذبہ ہے دلِ واصف کا　　"اب آہ کہاں، شگفتگی جو کچھ تھی"

۱۳۶۷ھ

تاریخ وفات

ولیہ کاملہ و پاکیزہ باطن والدہ صاحبہ مکرمہ، جناب عزیز میاں صاحب، سجادہ، نیازیہ بریلی

۱۳۶۷ھ

رَضِیَ عَنهَا اللّٰہ الصَّمَد

۱۳۶۷ھ

وہ پردہ کر گئیں "اخلاقِ نیک و اتقا والی"
ہوئیں اب رونق افزائے حریمِ قصرِ علیین
"نیازیہ نظامیہ، فدائے حق وہ مھدیہ"

۱۳۶۷ھ

ہمیشہ سے تھیں "فی ذات الاحد فانی تُقا آئیں"

۱۹۴۸ء

سب اولاد ان کی محبوب و عزیز و صادق موسیٰ
حق آئیں و حق آگاہ و حقائق بین و حق آگیں
ہم آں مرحومہ "(بادا بہ رحمت رحمتِ دائم)"

۱۳۶۶ھ

کہ "از حق یافت جائے قدسِ فردوس آں حق بیں"

۱۳۶۶ھ

صفِ اُمِّ عزیز اُمّ النیازییں کی ہو کیونکر
تھی ان کی ذات سے دُنیا کی برکت دین کی تزئیں
وہ دل والی، کرم والی، عطا والی، سخا والی
نہایت باکرامت، باشرف، باوضع، با تمکیں

لکھی تاریخ رحلت قادریؔ خستہ خاطر نے
"ولیہ، نیک سیرت، عارفہ، اُمّ النیازِ ہیں"
۱۳۶۷ھ

(رحمت بی صاحبزادی تھیں جو والدہ سے ایک سال پہلے انتقال کرگئیں۔
اس لئے ان کی تاریخ میں ۱۳۶۶ھ نکالا ہے)

تاریخ

مرقدِ قدسی وپُر انوار شاہ نواب احمد سجادہ نشین
۱۹۴۷ء

اِن شاہ صاحبؒ کی کچھ تاریخیں پہلے درج ہو چکی ہیں۔ اتفاق سے کاغذات میں یہ تاریخ بعد کو ملی۔ یہ بھی مرحوم کے خالہ زاد بھائی حافظ عبدالستار کی طرف سے۔

مرقد حضرت نواب احمد — یاد خوشبو ز شمیم جنت
رفت درعین شباب از دُنیا — درگذشت از ہمہ رنج وراحت
صاحب فیض و عطا و احساں — پاک دل، پاک رواں، پاک صفت
بود سجادہ نشیں کلیر — ذات او بود بہ کلیر نعمت
کرد ارشاد وہدایت شش سال — حسب دستور ورواج وعادت
صبر از حضرتؒ صابر آموخت — فقراز شیخ فرید ملّت
ناگہانی مرضے شد لاحق — نشداز ہیچ علاجے صحت
بود برکوہ بھوالی کہ رسید — حکم خالق پے کوچ و رحلت
گفت لبیک بہ پیغام قضا — خورد از جام وصالے شربت
بست وہفتم زجمادی الاخریٰ — کرد از عالم فانی ہجرت
جمعہ بود کہ شد واصل حق — باد از حق بردانش رحمت
پس بہ کلیرز بھوالی آمد — یافت در پہلوے آبا تربت
گفت حافظ پے تاریخ وصال — یافت آرام مقام جنت
۱۳۶۶ھ

تلاش تواریخ

۱۹۴۸ء

بسم اللّٰہ المعز العَظِیم

۱۳۶۷ھ

تواریخ وفات مجمع کمال

۱۹۴۸

صدر الافاضل والاجاہ مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب

۱۹۴۸ء

رَضی عنہ اللّٰہ الملك الوھّاب

۱۳۶۷ھ

اَعنی مُوتُ العَالِمِ موتُ العَالم

۱۳۶۷ھ

وہ مولانا نعیم الدین صاحب — حق آگاہ و حق اندیش و حق آئیں
وہ تھے بھی، ہوگئے بھی واصل حق — طفیلِ حضرت طٰہٰ و یٰسیں
گئے ان کے فضائل ساتھ ان کے — کہاں ہیں اب، جو اُن میں خوبیاں تھیں
حکیم و فاضل و حاجی و زائر — فقیہ و مفتی و علامہ دیں
وہ جن کی پاک سیرت، نیک طینت — وہ جن کی رائے صائب، قول شیریں
خطیب خوش بیاں و نکتہ پرور — جو کہتے، دل میں وہ باتیں اُترتیں
لکھوں اب قادری تاریخ رحلت — جو پوچھے کوئی سالِ حسرت آگیں
کہ: ”وہ اہل حق و صدرِ افاضل“ — ”وہ شمعِ روزگار علم پیشیں“

۱۳۶۷ھ — ۱۳۶۷ھ

کہوں: ”وہ خضرراہ کعبہ دل“ — ”وہ نجم عِلم باتوصیف و تحسین“

۱۹۴۸ء — ۱۳۶۷ھ

کہوں: "درویش کامل رحمت حق"
۱۳۶۷ھ

کہوں: "صدرِ افاضل کعبہ دیں"
۱۳۶۷ھ

کہوں: "وہ گلستان خلد میں ہوں"
۱۳۶۷ھ

"وہ نیک آہنگ وہ باخوے شیریں"
۱۳۶۷ھ

"وہ کنز علم جو مخدوم گیتی"
۱۳۶۷ھ

"وحیدِ خلق جو باعز و تمکیں"
۱۳۶۷ھ

دو سالِ عیسوی و ہجری آمد
عظیم القدر بود آں سرورِ دیں

۱۳۶۷ + ۵۸۱
۱۹۴۸ء

(۲)

آمدہ ہم بہ دو مصراع دو سال
"فخرِ اقلیم، حکیمِ حاذق"
۱۹۴۸ء

کرد چوں صدرِ افاضل رحلت
"یافت آرام مقامِ جنت"
۱۳۶۷ھ

(۳)

صدرافاضل زمان، خلد میں پاتے ہیں سکوں
سالِ وفات بھی لکھوں: 'فِی الغُرفٰتِ آمِنُون
۱۹۴۸ء

(۴)

جانے سے مولانا کے ہیں، سب بے سروپا محوِ غم
فضل وسخا، رشد وہدیٰ، حِلم وحیا، عدل وکرم

ض خ ش د ل ی د ر
۸۰۰ ۶۰۰ ۳۰۰ ۴ ۳۰ ۱۰ ۴ ۲۰۰ = ۱۹۴۸ء

(۵)

اے قادریِ خستہ دل، تاریخ رحلت کر رقم
ہیں رُونما اب: درد و غم، قہر وجفا، رنج وستم
۴ ۱۰۰۰ ۱۰۰ ۳ ۲۰۰ ۶۰ =۱۳۶۷ھ

تواریخ خواب

یکم محرم ۱۳۶۸ھ (۳؍نومبر ۱۹۴۸ء) کو نماز فجر کے بعد آنکھ لگ گئی تو خواب دیکھا

سو گیا میں جو عیاں ہوتے ہی آثار سحر
خواب دیکھا کہ جو تھا خواب پر انوار سحر
اس کا ہے: "خواب فرح بارِیِ انوار" بھی سال
۱۳۶۸ھ
اور تاریخ بھی ہے: "خواب فرح بارِ سحر"
۱۳۶۸ھ

تواریخ غرقابیٔ چاہ

بچھراؤں میں ۲ محرم ۱۳۶۸ھ کو مفتی کی مہندی کے جلوس میں پرانے تھانے کے پاس بڑا مجمع تھا۔ وہاں پیپل کے نیچے کنواں ہے۔ ہجوم کی کشمکش میں ایک عورت کنویں میں گر پڑی۔ ایک مرد خدا ترس کو فوراً رسی کے ذریعے سے کنویں میں اترا۔ لیکن رسی ٹوٹ گئی اور وہ شخص غوطے کھانے لگا۔ مشکل سے اس کو نکالا۔ پھر دوسرا آدمی اترا اور عورت کو نکال لایا مگر وہ ختم ہو چکی تھی۔ مرد بچ گیا یہ مرد اس عورت کا شوہر تھا لیکن اس کو خبر نہ تھی کہ اس کی بیوی گری ہے۔ وہ عورت باڈاللہ (عباداللہ) کی نواسی سعیدن تھی۔

(۱)

آگئی تھی قضا سعیدن کی | چل گیا تیر بے پناہ اجل
مہندی مفتی کی دیکھتی تھی کھڑی | پڑ رہی تھی کڑی، نگاہِ اجل
محو تھی جلوۂ محرم میں | کیا خبر، ہے یہ جلوہ گاہِ اجل
ناگہاں گر پڑی کنویں میں غریب | تھی اُدھر ہو کے، اس کی راہِ اجل
ایک تاریخ: "غرق رحمت" ہے | دوسری: "ہے غریق چاہ اجل"

۱۹۴۸ء | ۱۳۶۸ھ

(۲)

کم سے کم بچھراوں میں تو یہ نیا ہے حادثہ
کر گئی قائم عجب مفتی کی مہندی یادگار
نکلی ہے تاریخ غم آگیں جو ٹوٹا قلب زار
"یہ شہادت اب شہادت کی رہے گی یادگار"

۱۹۴۸ء

تواریخ محرم

آگرہ میں پورے عشرہ محرم میں اور خصوصاً ۹ محرم کو تعزیہ داری کا بڑا زور شور رہتا تھا۔ اس سال بالکل خاموشی اور سناٹا رہا

(۱)

یہی تاریخ ہے غم کی جو یہ ایّام ہیں غم کے
محرم بھی ہوا اس سال ماتم میں محرم کے

۱۳۶۸ھ

(۲)

"روز عاشورہ یہ سناٹا ہے کیا"

۱۳۶۸ھ

(۳)

ماتم نہ تعزیہ نہ جلوس علم ہے آج　　تاریخ یہ ہوئی کہ: "محرم کا غم ہے آج"

۱۳۶۸ھ

تاریخ

ہیں جُدا دوستوں اور عزیزوں سے　　کیوں نہ ہو زندگی سے دل ہی اُچاٹ
ملک کی بانٹ یہ ہوئی اچھی　　کہ دیا دل کو گردِ غم سے پاٹ
چھوڑ کر رہتک، آگرہ، بچھراؤں　　پہنچے کوئٹہ، کراچی اور کوہاٹ
ہوئے برباد بے وطن ہو کر　　ماس[1] کے ماس اور لاٹ[2] کے لاٹ
سچ ہوئی قادری کی یہ تاریخ　　"ہو گئے خاندان بارہ باٹ"

۱۳۶۸ھ

تاریخ بستر عجیب

۱۹۴۸ء

۲۰ نومبر ۱۹۴۸ء کو شب میں سونے کے لیے لیٹا تو معلوم ہوا کہ میرے نیچے پرانا لحاف بچھا ہوا ہے۔ اس کا روڑ ٹوٹا ہوا تھا۔ کہیں زیادہ سا جمع ہو گیا تھا کہ کمر کے نیچے ناگوار ہوتا تھا۔ کہیں بالکل روئی نہ ہونے سے ڈھال سا پیدا ہو گیا تھا۔ اس وقت کروٹیں بدلنے میں تاریخ ہو گئی۔

جمع ہو کر رُوڑ کہیں ہے اُبھار　　بعض حصے ہیں خالی اور ڈھیلے
لیٹے لیٹے یہ ہو گئی تاریخ　　کہ: "یہ بستر پہ خندقیں ٹیلے"

۱۹۴۸ء

۱۔ ماس Mass
۲۔ لاٹ Lot

تاریخ

۲۶ نومبر کی رات میں جب سب سونے کے لیے لیٹ گئے تو کسی فقیر نے دروازے کے باہر صدائیں دینی شروع کیں کوئی لڑکا معلوم ہوتا تھا۔ برابر زور زور سے چلاتا رہا راشد بھی لیٹ گیا تھا۔ اُٹھنا نہ چاہتا تھا۔ اس کی والدہ نے زبردستی اُٹھایا اور دروازہ کھلوا کر روٹی دلوائی۔

یہ شکر ہے نعمت خدا کا — محتاج کے دست گیر ہو تم
تاریخ کا یاد رکھو مضمون — "اک وہ ہے غنی، فقیر ہو تم"

۱۹۴۸ء

تاریخ

حسن میاں کا بچہ سال بھر کا ہوگا۔ انھوں نے بچے کا ہاتھ پکڑ کر خط میں مجھے سلام لکھوایا۔ میں نے یہ تاریخ لکھ کر بھیج دی۔

گوئی "دادا" و نویسی خط مرا — زندہ بادا ے انجم اے شاہد حسن
من دعا بنویسم و تاریخ ہم — "راحتِ جانی و نورِ چشمِ من"

۱۳۶۸ھ

تاریخ نوکری

نوکری طاہر فاروقی یافت — کہ بہ لاہور شدہ لکچرے
صبرِ تلخ ایں ثمرِ شیریں داد — آمد ایں روزِ مسرت اثرے
قادری گفت بتاریخ و دعا — "نوکری باد مبارک خبرے"

۱۳۶۸ھ

تاریخ

اتفاق سے امتحان کی کاپیوں پر جامعہ اردو کی جگہ جامۂ اردو چھپ گیا تھا۔

چھپا ہے کاپیوں پر کیوں بجائے جامعہ "جامہ"
ہوئے وہ آپ اپنی سعی غفلت کوش سے عریاں
کہی تاریخ میں نے، گرچہ خواہاں معافی ہوں
"یہی ہیں "جامۂ اردو" میں عقل وہوش سے عریاں"

۱۳۶۸ھ

تاریخ کرامت

عنوان میں "کرامت" اصطلاحی معنوں میں نہیں ہے۔ اضافت بادنے بلا نسبت سمجھنی چاہیے ۲۶/نومبر ۱۹۴۸ء کو زاہد کا کراچی سے خط آیا۔ اس میں لکھا تھا کہ آپ نے خط میں اکمل علی کو صدیقی صدیقی جماعتی کرامتی لکھا تھا۔ اس میں یہ لطیفہ پیدا ہو گیا کہ اکمل کے پردادا کا نام کرامت علی تھا۔ اکمل کی والدہ نے کہا قادری صاحب نے کرامتی کا لفظ اسی نسبت سے لکھا ہے اکمل نے کہا ان کو اس بات کی کیا خبر۔ اور واقعی مجھے خبر نہ تھی۔ میں نے تو قافیہ پیمائی کی تھی زاہد نے لکھا کہ اس کی تاریخ کہہ دیجیے۔

اکمل کو "کرامتی" جو لکھا — تھی صرف وہ نسبت کرامت
ان کے ماں باپ دادا نانا — سب اہل فضیلت کرامت
صوفی ہیں وہ خود بھی تو عجب کیا — حاصل ہو جو دولت کرامت
نسبت سے مدعا تھا میرا — بس یہ تھی حقیقت کرامت
پیدا ہوا اس میں اور مفہوم — یہ دیکھیے وسعتِ کرامت
اس نام کے ان کے جدِ اعلیٰ — تھے صاحب نعمت کرامت
مطلق مرے علم میں نہیں تھی — شخصیتِ حضرت کرامت

منسوب انھی کی ذات سے ہے اس میں ہے جو صورت کرامت
تاریخ اسی لئے یہ لکھی
"ہے ایک کرامت کرامت"
۱۳۶۸ھ

تواریخ

وفات سے ۲۲۲ سال بعد ۲۶/ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ یکم اکتوبر ۱۹۴۸ء کو جناب مہدی حسن صاحب جماعتی کی فرمائش سے لکھی گئی۔

اَشْهَدُاَنْ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰه وَحدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ
۱۱۴۵ھ

"خواب گاہ سلطان عصر
۱۱۴۵ھ

قطب اسلام شاہ محمد فرہاد ابوالعلائی دہلوی
۱۱۴۵ھ

جانشین زبدہ عُبّاد سید دوست محمد
۱۱۴۵ھ

خلیفہ وحید امیر ابوالعلاء
۱۱۴۵ھ

نور اللّٰہ ربُّ الْعَالَمِیْنَ مَرقَدَ ھُم
۱۱۴۵ھ

قطعہ

چناں محوحق شاہ فرہاد شد کہ ہر شے سوی اللہ ازیاد شد
چو او دست خود داد در دست دوست ز فکر و غم عالم آزاد شد

زفیضانِ روحانیِ بوالعلا — براہِ حق از غیبش امداد شد
کشید "آہ" ودل گفت سال وصال — کہ: "فانی بحق شاہ فرہاد شد"

۶ — ۱۱۴۵ھ

ہم از "جلوۂ ذات" سال آمدہ — کہ از ذاتِ حق قلبش آباد شد

۱۱۴۵ھ

ہم از "مظہر" و "آفتاب سخا" — تواریخ را نیک بنیاد شد

۱۱۴۵ھ ۱۱۴۵ھ

وگر "فخر دارین" شد سال وصل — کہ او فخرِ افراد امجاد شد

۱۱۴۵ھ

ز "تاج خلائق" بود سال ہم — کہ او تاجِ عُبّاد و زہاد شد

۱۱۴۵ھ

دگر قادری گفت سال وصال
"بحق وصل آں قطبِ الاوتاد شد"

۱۱۴۵ھ

تواریخ ولادت

سعید کا ہے نواسا، عزیز کا پوتا
رہے یہ بچہ سلامت، شفیق کا یارب

مبارک اس کی خوشی دونوں خاندانوں کو
یہ سب کا نور نظر ہے، سرورِ دل کا سبب

یہ نور گھر میں جو آیا تو اس کے ساتھ آئیں
خوشی و بہجت و شادی و انبساط و طرب

یہ عمر و صحت و اقبال پائے دنیا میں
اسے نصیب ہو فضل و کمال و علم و ادب

یہی دعا ہے، ولادت کی بھی یہی تاریخ
"سعید خلق ہو، ہر دل عزیز، نیک حسب"

۱۳۶۸ھ

(۲)

پیدا ہوا فرزند شفیق الرحمٰن آنکھوں کا ہے نور سب کی اور دل کا قرار
یہ راحت جاں سب کو مبارک یارب تاریخ بھی ہے: "سعید ہو برخوردار"

۱۳۶۸ھ

(افسوس کہ اب نہ بچہ رہا نہ اس کی والدہ)

تواریخ ملازمت

(۱)

توجہ قبلہ عالم کی بیڑا پار کرتی ہے
ہوئے زاھد پروفیسر نہ کیوں ہو دل خوش و خرم
کہی تاریخ میں نے نوید جاں فزا سن کر
"ہے کیا زاہد یہ آج احسان و فیضِ قبلہ عالم"

۱۳۶۸ھ

(۲)

ہوئی حرکت میں برکت، ہو گئی مشکور سعی آخر
یہی ہے حکم بندے کو، نہ رہ غافل، تگ و دو کر
کیا شکر خدا بھی اور کہی تاریخ بھی میں نے
"یہی اللہ کا ہے فضل، زاھد بھی ہوئے نوکر"

۱۳۶۸ھ

(۳)

زاہد حسن فریدی کو سندھ کالج کراچی میں اور محمد طاہر فاروقی کو پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ملازمت ملی۔ دونوں کی تاریخ ہے۔

پروفیسر ہوئے ہیں کالجوں میں طاہر و زاہد
ملی یہ نوکری اچھی ہوئی گو دیر تو بیحد
کہی تاریخ جب خط آئے لاہور و کراچی سے
کہ: "ہے اچھا ثبوت اس کا کہ دیر آید درست آید"

۱۹۴۸ء

تاریخ ہڑتال کالج

(۱)

یہ لڑکوں کی ہڑتال کیا اور کیوں
نہ عقل آئی تعلیم و تادیب سے
ہے آزادی ایسی تو تاریخ ہے
کہ: "آزادی اخلاق و تہذیب سے"

۱۹۴۸ء

(۲)

آگرہ کالج و سینٹ جانس کا بگڑا ہے مذاق
یعنی سنجیدہ ہے یہ بات کہ پڑھنا ہے مذاق
امتحاں دینے نہ آئے تو یہ تاریخ ہوئی
"لڑکے ہڑتال کو بھی سمجھے کہ اچھا ہے مذاق"

۱۹۴۸ء

(۳)

یہ ہڑتال تاریخ کا اک سبب ہے
"نہ باقی ادب اب، نہ تہذیب اب ہے"

۱۳۶۸ھ

(۴)

پھر اسر، کہ سب امتحاں سے پھرے ہے لڑکوں کا ہڑتال پر اتفاق
یہ "خمسہ" ہے شامل تو تاریخ ہے "جنوں، مینیا، خبط، سودا، مراق"

۷۰۵

۱۲۴۳+۷۰۵=۱۹۴۸ء

تاریخ

ترکِ پرہیز:

تھی ضرورت تو ابھی پرہیز میں شوربے پھلکے کی، یخنی آش کی
ترک پرہیز اور یہ تاریخ واہ! "خوب کھائی ہم نے کھچڑی ماش کی"

۱۳۶۸ھ

(۱۹۴۸ء میں ۲۴۲ تاریخیں)

تاریخ ڈائری ۱۹۴۹ء

سرگذشت روزانہ نگار خانہ غیبی

۱۹۴۹ء ۱۹۴۹ء

(۱)

حاصل ہے یہاں ہنر سے کیا، عیب سے کیا
کیا جیب میں آئے، صرف ہو جیب سے کیا
دیکھو یہ ڈائری اور اس کی تاریخ
باہر آتا ہے پردۂ غیب سے کیا

۱۹۴۹ء

(۲)

یا رب ہو تمام سال، ہر کام بخیر
ہر صبح بعافیت ہو، ہر شام بخیر

آمد بہ دو مصراع دگر نیز دو سال
ہم سال شدہ: "بسازد اتمام بخیر"

۱۳۶۸ھ

"آغاز بخیر سال کا آج ہوا"
۱۹۴۹ء

"آغاز اچھا ہوا، ہو انجام بخیر"
۱۹۴۹ء

(۳)

یادگار از تحریرات حامد حسن قادری

۱۹۴۹ء

تاریخ بیاض

"بیاضِ روشن"
۱۳۶۹ھ

"خزانہ شعر و سخن"
۱۹۴۹ء

"تصانیف مولوی حافظ سید حامد علی"
۱۹۴۹ء

تواریخ سالنامہ

آئینہ خانہ تواریخ
۱۹۴۹ء

ایام بہارِ گل "غنچہ"
۱۳۶۸ھ

نظارگی سالنامہ
۱۹۴۹ء

(۱)

سالنامہ غنچہ بجنور کا ہے یا بہار
اس بہار علم کے آگے ہے اک دھوکا بہار

خود لب اردو سے یہ تاریخ سن لو قادری
"اللہ اللہ گلشن "غنچہ" میں آئی کیا بہار"

۱۹۴۹ء

(۲)

انسان کو ہے علم و ہنر رحمت حق　　غنچہ کا یہ فیض کیوں نہ ہو برکت حق
میں نے تاریخ سالنامہ لکھی　　"غنچہ کا سال نامہ ہے نعمتِ حق"

۱۹۴۹ء

(۳)

سال ہا سال سے غنچہ کا کھلا ہے گلشن
ملک میں علم کا ہے اس سے رواج اس سے چلن
سالنامہ ہے یہ غنچہ کا، تم اس کی تاریخ
کہدو: "غنچہ ہوا اچھا گل خنداں کا چمن"

۱۹۴۹ء

(۴)

بنا دیتی ہے آزاد و بہادر اور جوشیلا
بڑی رکھتی ہے خوبی یہ الف بے جیم بچوں کی
علم بردار ہے تعلیم کا غنچہ تو سال اس کا
لکھو: "تعمیر قومیت بھی ہے تعلیم بچوں کی"

۱۹۴۹ء

(۵)

غنچہ کو پڑھ پڑھ کے ہو جاتے ہیں بچے عقل مند
آتے میدان عمل میں ہیں وہ عالم بن بنا
لکے فوج علم و فن آیا، تو یہ تاریخ بھی
لکھ دو "غنچہ علم بردارِ علم و فن بنا"

۱۹۴۹ء

(۶)

مصرع سال طبع روشن شد "غنچہ سالنامہ گلشن شد"

۱۹۴۹ء

(۷)

تاریخ اس کی یہ شان رنگیں ہے: "غنچہ گلستانِ رنگیں"

۱۹۴۹ء

(۸)

تاریخ نکلی ہے کیا شگفتہ "جب دیکھا غنچہ دیکھا شگفتہ

۱۹۴۹ء

تواریخ سالنامہ

(۱)

جو پاتا ہے اشاعت سالنامہ آستانہ کا کہو: "کنز السعادت سالنامہ آستانہ کا"

۱۳۶۸ھ

اگر اک اور تاریخِ اشاعت قادری چاہو تو لو: دریاے وحدت سالنامہ آستانہ کا

۱۳۶۸ھ

(۲)

جو ہے درکار تاریخ اشاعت تو کہدو: "آستانہ ابر رحمت"

۱۳۶۸ھ

(۳)

ہے آستانہ مطلع انوار معرفت تاریخ بھی ہے: "مخزن اسرار معرفت"

۱۹۴۹ء

(۴)

سال طبع سالنامہ بھی ہے خوب "آستانہ کیا ہے مرغوب قلوب"

۱۹۴۹ء

(۵)

یہ ہے سالنامہ کی تاریخ شایاں کہ: "ہے آستانہ بھی مہر درخشاں"

۱۹۴۹ء

تاریخ ہدایائے تصاویر

۱۹۴۹ء

(۱)

ظفر میاں سلمہٗ نے بیلہ (بلوچستان) سے اپنی تصویر بھیجی۔

کھلی مرجھائے ہوئے دل کی کلی — یہ ہوا آج کدھر کی آئی
خط جو بیلہ سے ظفر کا آیا — مجھ کو خوشبو گلِ تر کی آئی
بھیجی پردیسی نے اپنی تصویر — خوب سوغات سفر کی آئی
میں جو کرتا تھا دعا ملنے کی — اس میں اک شان اثر کی آئی

میں نے خوش ہو کے یہ تاریخ کہی
"واہ تصویر ظفر کی آئی"

۱۹۴۹ء

۱۹ر جنوری ۱۹۴۹ء

(۲)

بیلہ سے حسن میاں کے بڑے بچے شاہد سلمہ کی تصویر بھی آئی

کرے مسرور سارے گھر کو اس کی چاند سی صورت
کرے پر نور پاکستان کو تنویر شاہد کی

الٰہی خوش رہے، پھولے پھلے گلزار عالم میں
بڑی خضر وسکندر سے بھی ہو تقدیر شاہد کی

کروں تاریخ میں اظہار، میں دل کی مسرت کا
کھِلی دل کی کلی حامد، ملی تصویر شاھد کی

۱۳۶۸ھ

رنج دوری و غم فرقت کی حل ہوں مشکلیں
زخم سب دل کے سلیں، غنچے بھی سب دل کے کھلیں

قادریؔ تاریخ اک ایسی، دعا بھی جس میں ہو
لکھدو: "یارب جن کی تصویریں ملیں خود بھی ملیں"

۱۹/جنوری ۱۹۴۹ء

*

تاریخ اجرائے "ساز گار" کراچی

۱۹۴۹ء

(عزیزی عارف حسن فریدی سلمہٗ کی فرمایش سے لکھی گئیں)

(۱)

ادب کے باغ میں اک مژدہ بہار آیا
نہال شعر و سخن پر عجب نِکھار آیا

یہ قادریؔ نے بھی سال اشاعت اے عارف
لکھا کہ: "خضرادب ہو کے "ساز گار" آیا"

۱۹۴۹ء

(۲)

عالم شعر وعلم وفن کے لیے
گل و گلشن یہی، بہار یہی

ہے یہ تاریخ قادری موزوں
"گویا ہے بختِ ساز گار یہی"

۱۳۶۸ھ

(۴)

تاریخ کلا ہے "ادب" کے ساتھ اب اظہار "روشن انوار "ساز گارِ" انوار

۱۳۶۱
+۷
۱۳۶۸ھ

(انوار ایڈیٹر کا نام تھا)

تواریخ

(ساجد حسن قادری انسپکٹر و ہیڈ ماسٹر، ریاست لسبیلہ کی طرف سے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین

۱۳۶۸ھ

ھدیۂ ادب پیغام تھینت

۱۹۴۹ھ

بخدمت عالی کنز اقبال

۱۳۶۸

"خان خوانین" "میر اعلیٰ غلام قادر بھادر"

۱۳۶۸ھ ۱۹۴۹ء

ممدوحِ آفاق رئیس ریاست لسبیلہ

۱۳۶۸ھ

"بتقریبِ بے بہا شرف حج و زیارت" "ولادت فرزند تاج آفاق"

۱۹۴۹ء ۱۳۶۸ھ

زہے الطاف رحمانی، فہے انعام ربانی
ہوئے حج سے مشرف جام صاحب ظلِ سبحانی
حضور خان عالی و جناب بیگم عُلیا
نہ ان کا جاہ میں ہمتا، نہ ان کی شان میں ثانی
سعادت دونوں لیکر حج بیت اللہ کی آئے
وہ دیکھ آئے رسول اللہ کا دربار نورانی
کِھلے ہیں بندگانِ حضرت عالی کے دل کیا کیا
وفور و جوش عشرت ہے، مسرت کی فراوانی
یہ تاریخ سعادت پیش کرائے قادریؔ تو بھی
کہ: "ہو حج، بھی زیارت بھی، مبارک ظلِ یزدانی"

(۲)

کر آئے حج حضورِ جام و بیگم
رہے قائم ہمیشہ ان کا سایا
یہ سال تہنیت اے قادری لکھ
"مبارک حج بیت اللہ خدایا"

۱۳۸۶ھ

(۳)

جام صاحب اور بیگم صاحبہ
ہو مبارک آپ کو یہ نونہال
میر یوسف خاں سرور جان و دل
جاوداں بادا بفضل ذو الجلال
صاحب اقبال و عز و جاہ ہو
نیک دل، پاکیزہ طینت، خوش خصال
سر پہ ہو ظلِ ہمائے والدین
اس کو حاصل ہو فضائل میں کمال
شاد ہو کر قادری ساجد حسن
سال لکھ دو "خوش لقا یوسف جمال"

۱۳۶۷ھ

(۴)

جامِ والا مقام و بیگم را پسرے باجمال، یزداں داد
صاحب عمر عزت و اقبال مالک خوبی و صلاح و سداد
نامش آمد جو میر یوسف خاں یوسف عصر خود بعالم باد
تہنیت باد خاندانش را ہم دلِ بندگانِ عالی شاد
قادری گفت سال تولیدش
"ثمرے آمدہ بشاخ مراد"
۱۹۴۸ء

(۵)

دلِ جام و بیگم بالطافِ یزداں زدیدار فرزند شاداں و فرحاں
رقم ساجد قادری کرد سالش "ہمہ نورِ چشم وہمہ راحتِ جاں"
۱۳۶۸ھ

"پیش کش از نیاز مند ادنیٰ ساجد حسن قادری"
۱۳۶۸ھ

تاریخ نوید نعمت حق

۱۹۴۹ء

قادری جب "نعمت حق" مل گئی تو بالیقیں
۶۶۸
ہو گئی تاریخ بھی: "واللہ خیرُ الرّازقین"
۱۲۸۱
+۶۶۸
۱۹۴۹ء

یکم جنوری ۱۹۴۹ء

تواریخ

زاہد حسن فریدی سندھ کالج کی ملازمت چھوڑ کر گورنمنٹ ٹرانسلیٹر ہو گئے ایک تاریخ بیساختہ نکل آئی۔ میں نے کچھ اور بھی نکال کر زاہد کو بھیج دیں۔ وہ تاریخیں کراچی میں میرے مخدوم ومکرم خان بہادر حضرت بخشی مصطفیٰ علی خاں صاحب بنگلوری (خلیفہ حضرت قبلہ عالم روحی فداہم) نے دیکھ کر فرمایا کہ حضور پیرومرشد قبلہ عالم کا تذکرہ بھی ضروری تھا۔ قادری صاحب کو لکھو کہ اور تاریخ لکھیں۔ زاہد نے مجھے لکھا۔ میں نے اسی قطعہ میں اس ارشاد کا تذکرہ کر کے تاریخ کا اضافہ کر دیا۔

زاہد کے واسطے تھی یہ نوکری مقرر
تاریخ بن گئی خود: "زاہد ٹرانسلیٹر"
۱۳۶۸ھ

"شغل جدید زاہد" "فیض نعیم رازق"
۱۳۶۸ھ ۱۳۶۸ھ

تاریخیں یہ بھی دونوں موزوں ہیں اور بہتر
تعمیل حکم بخشی صاحب تھی فرض بیشک
تاریخ کا اضافہ واجب ہوا ہے مجھ پر
"انعام رب معبود، احسان پیرومرشد"
۱۳۶۸ھ

تاریخ کا یہ مصرع ہے واقعہ سراسر
۱۳۶۸ھ

اکتوبر ۱۹۴۹ء

تاریخ قلندری

قدیم دوست اور پیر بھائی فقیر محمد صاحب نقشبندی جماعتی نے اپنے والد مرحوم کی تاریخ کی فرمائش کی تھی۔ خط میں اپنا نام فقیر محمد قلندر لکھا۔ مجھے شوخی سوجھی فرمائشی تاریخ کے ساتھ ان کی قلندری کی بھی کہدی اور ۲۲/اکتوبر ۴۹ کو بھیج دی۔ انہوں نے گذشتہ سال کی تاریخ لکھوائی تھی۔

ہے شان قلندری بھی ان میں   جو لطف وکرم میں ہیں یگانہ
ان پر نظرِ شہ علی پور   ہیں جن کے فقیر آستانہ

تاریخ یہ ہے قلندری کی
"فیض ازل قلندرانہ"

۱۳۶۷ھ

تاریخ ریش

پروفیسر محمد طاہر فاروقی نوشہ میاں نے پاکستان جاکر داڑھی کو صاف کر دیا۔ یہاں کہا کرتے تھے کہ وہاں جاکر نہ رکھوں گا۔ بڑی خوبصورت داڑھی اور شاندار چہرہ تھا مگر جوانی میں بال سفید ہونے شروع ہوگئے تھے۔ عمر زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ غالباً جولائی یا اگست ۱۹۴۸ء میں یہ صفائی کی تھی مگر مجھے ۴/اپریل ۱۹۴۹ء کو علم ہوا اسی روز تاریخ کہی۔ دوستوں عزیزوں کے واقعات بالکل صحیح ہیں۔ جب میں ۹/جون ۱۹۴۹ء کو لاہور گیا تو خود نوشہ میاں کو قطعہ تاریخ سنایا۔ بہت خوش ہوئے۔

فصل خزانِ ریش

۱۳۶۸ھ

وہاں جاکر جو مونڈی تم نے داڑھی   دیا گویا یہ پاکستان کو باج

ذرا سے بال تھے، رہنے ہی دیتے — نہ تھی آخر وہ عرض و طول میں چھاج
یہ ڈر تھا، آتی جاتی ہے سفیدی — مگر تھا یہ تو نور ربِّ وہاج
اگر روئی کا گالا ہو بھی جاتی — نہ آتا اس کو دھننے کوئی حلاج
کبھی قصاب سمجھا تھا کسی نے؟ — کہ ذبح ریش کو سمجھا حلال آج
بُزا خفش کہا تھا کیا کسی نے؟ — کہ یوں اُٹھا غضب کا بحرِ مواج
ہوا پہچاننا صورت کا دشوار — شناسا بھی تعارف کے ہیں محتاج
وہی آواز ہے، صورت نہیں وہ — کھڑے تکتے ہیں منھ انباء و ازواج
مٹا ڈالا خط قدرت کو تم نے — کیا ریزر سے ملک رُخ کو تاراج
یہی تھی مرد مومن کی نشانی — یہی سرا، یہی طرہ، یہی تاج
نہ کرتے تم جو منڈوانے کی غلطی — تو کیوں بنتے مرے طعنوں کا آماج

سنو اپنی صفائی کی یہ تاریخ
"خس و خاشاک داڑھی کا نہیں آج"

۱۹۴۸ء

"تواریخ وفات محسن ہند"

۱۹۲۱ء

عالی جاہ کنور محمد لطافت علی خاں سعد آبادی

۱۹۲۱ء

"اِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وعَمِلُوا الصّٰلِحٰت طُوبیٰ لَھُم وحُسن مآب"

سورہ رعد ۱۹۲۱ء رکوع ۴ پارہ ۱۳

لطافت علی خاں عالی ہمم — ہوئے واصل خالق انس و جاں
لطافت علی خاں کی وہ ذات تھی — کہ تھی سعد آباد کی عز و شاں
کریمِ زماں، حاتمِ وقت تھے — کہ تھا جود و بخشش کا دریا رواں

دعا ہے یہ حامد حسن قادری کرے ان پر رحمت خدائے جہاں
سر لوحِ تربت بھی سال وفات یہ لکھدو: "کنور اب ہیں خلد آشیاں"

۱۳۴۰ھ

یہ تاریخ بھی ۴۸ سال کے بعد غفور خاں سنگ ساز کی فرمائش سے لکھی گئی۔

تواریخ

"طباعت پسندیدہ دیوان چہارم بنام جام فرید"

۱۳۶۸ھ

"مصنفہ صاحب حال جناب غلام فرید صاحب"

۱۹۴۹ء

اَوام اللّٰہ الکریم برکاتہٗ بانوار حبیبہ

۱۳۶۸ھ

(۱)

دیوان چھپا جناب غلام فرید کا
اس آئینہ میں ہے رُخ زیبائے معرفت
تاریخ طبع میں نے یہ لکھی ہے قادری
"جامِ فرید میں بھی ہے صہبائے معرفت"

۱۳۶۸ھ

(۲)

دیوان چار میں یہ جناب فرید کا ہے اہل دل کو منبع انوار معرفت
جامِ فرید طبع ہوا ہے تو قادری تاریخ کہیے "مخزن اسرار معرفت"

۱۳۶۸ھ

(۳)

ہوا شائع کلام باکرامت ہوئی تاریخ: "فیضِ بے نہایت"

۱۳۶۸ھ

(۴)

جرعات جام معرفت و فیض ابرِ نور اشعار ہیں جناب غلام فرید کے
تاریخ کا ہے مصرع سرشار قادری "رشحاتِ آب پاک ہیں جام فرید کے"

۱۳۶۸ھ

(۵)

درجام فرید صاحبِ کشف دیدم برکات عارف حق
"رشحات تخیل" ست تاریخ دیگر "رشحاتِ عارفِ حق"

۱۹۴۹ء ۱۳۶۸ھ

(۶)

ہے جام فرید میں رُخِ یار مرآت جمال خوب ہے یہ
ہے طبع کلام کی یہ تاریخ "طغرائے کمال خوب ہے یہ"

۱۹۴۹ء

تاریخ امتحاں

پرچے ایسے آؤٹ ہوئے کہ خوب فروخت ہوئے
حفاظت نہ پرچوں کی خود کرسکے بہت آپ بھی ہیں خوش اسلوب واہ!
کوی اس کی تاریخ پوچھے اگر تو کہدوں: "فضیحت ہوئی خوب واہ!"

۱۹۴۹ء

۲۵/مارچ ۱۹۴۹ء

تاریخ جوئے شیر

میں نے پاکستان جانے کے لئے پرمٹ کی درخواست کی تھی اس کا انتظار تھا۔

مری ناکامیوں کو دیکھ کر ہے چرخ چکر میں
نہیں ممکن جواب اس گردش تقدیر کا لانا
کروں کیا میں، بجز غم کھانے اور تاریخ کہنے کے
کہ: "ہے پرمٹ کا پانا آج جوئے شیر کا لانا"

۱۳۶۸ھ

تاریخ شادی

برادر عزیز، عزیز میاں صاحب سجادہ نشین، خانقاہ نیازیہ، بریلی کے فرزند اکبر حسن سجاد عرف حسن میاں سلمہ کا نکاح آگرہ میں حکیم سید سلطان احمد صاحب اکبر آبادی کی ہمشیرہ عزیزہ سے ۲۹/ مئی ۱۹۴۹ء ۳۰/رجب ۱۳۶۸ھ کو ہوا۔

ہاں مبارک ہو یہ رشتہ مابین وصلِ و قربِ دل و جاں ہے یہ بھی
قادری عقد کی لکھئے تاریخ "نادر الوقت قران السّعدَین"

۱۳۶۸ھ

تاریخ ہوائی جہاز

میں عارضی پرمٹ لے کر ۹/جون ۱۹۴۹ء کو دہلی سے ہوائی جہاز میں لاہور گیا اور ۳۰/جولائی کو لاہور سے دہلی آیا۔ ہوائی جہاز مجھے بے حد پسند آیا۔

آدمی بیٹھے بٹھائے گھر میں اڑ چلا عقل رسا پر دیکھو
جو فسانہ تھا، حقیقت ہے آج آج بے پر کے ذرا پر دیکھو
سچ یہ تاریخ ہے طیارے کی "تخت پریوں کا ہوا پر دیکھو"

۱۹۴۸ء

(۲)

کردیئے پراّں ہوا پر، عقل انسان نے جہاز
آدمی اُڑنے لگے بے پر کے، اسکا کیا جواب
ریل واسٹیمر سے، موٹر سائیکل سے، کار سے
بے نظیر وبے مثال وبے عدیل ولاجواب
اس کو سنتے تھے، اسے دیکھا تو یہ تاریخ ہے
"اک ہوا پر دیکھنا تخت سلیمان کا جواب"

۱۹۴۹ء

تاریخ "اوئی"

۳۱ مئی ۱۹۴۹ء کے اخبار اسٹیٹس مین میں تھا کہ سر آغا خاں کے فرزند پرنس علی خاں کی شادی جو ۲۷ مئی کو فلم اسٹار ریٹا ھیورتھ سے ہوئی اس کا لندن کے اخبارات میں بڑا چرچا ہے۔ ایک اخبار نے اس خبر کے لیے دلچسپ عنوان تجویز کیا ہے۔ Rita Hayworth Says Oui to Aly Khan یعنی ریٹا ھیورتھ علی خاں سے کہتی ہے "اوئی" مجھے یہ بات بہت دلچسپ معلوم ہوئی۔ اخبار نے ہندوستانی عورتوں کا خاص لفظ خوب سوچا۔

نکاح میں جو علی خاں کے آئی مس ھیورتھ
تو وصل مشرق ومغرب ہوا، مٹا کے دوئی
وہی ہے سال جو لندن پریس کی سرخی
کہ: "آج ریٹا، علی خاں سے کہتی ہوگی، اوئی"

۱۹۴۹ء

تاریخ برات

(۱)

شادی کی کیا خوشی جو میسر نہ ہو سکے
تکلیف خواب وخور سے افاقہ برات کو
تاریخ ہے، جو سب رہے بھوکے شبانہ روز
"کچھ بات بھی ہے، تیسرا فاقہ برات کو!"

۱۹۴۹ء

(۲)

مالک ہے، اسے کیا پروا ہے — بن جائے جان پہ جس کے بنی
بھوکے ہیں براتی کل سے تو ہوں — تاریخ ہوئی: "رزاق غنی"

۱۳۶۸ھ

"بسم اللہ القدّوس سُبحانَہٗ وتعالیٰ شانہٗ"

۱۳۶۸ھ

"تواریخ وفات عفیفہ

۱۹۴۹ء

والدہ صاحبہ ممدوحہ جناب مسرت حسین زبیری

۱۳۶۸ھ

اَنَابو اِالَی اللّٰہِ لَھُمُ البُشریٰ فبشِر

سورہ زمر ۱۳۶۸ھ رکوع ۲ پارہ ۲۳

کر کے پردہ جہانِ فانی سے — نیک بی بی گئیں ہیں جنت کو
ان کی اولاد اور خویش وعزیز — یاد کرتے ہیں ان کی شفقت کو
مگر انساں کا بس نہیں چلتا — جو بھی منظور ہو مشیت کو

رحمت حق ہو، روح پر ان کی — رکھے پُرنور ان کی تربت کو
"قرب خیر النساؑ وہ پائیں گی" — آئے گا جوش بحر رحمت کو

۱۳۶۸ھ

"سیر خلد بریں میں ہوں گی وہ" — کر کے طے عرصہ قیامت کو

۱۳۶۸ھ

سچ یہ تاریخ ہوگی اے زاھد
کہ: "ملی آج حور خدمت کو"

۱۳۶۸ھ

(پیشکش از طرف زاہد حسن فریدی)

۱۳۶۸ھ

تواریخ وفات
"خواجہ سید محمد امتیاز حسین"

۱۳۶۸ھ

(والد مرحوم جناب سید رضی الحسن صاحب چشتی)

رضی الحسن صاحب نے لکھنو سے اپنے والد صاحب کے حالات لکھے اور قطعہ تاریخ میں ان کو نظم کرنے کی فرمائش کی۔

خواجہ سید امتیاز حسین — صاحبِ امتیاز خلقت میں
کر کے پردہ جہان فانی سے — جلوہ فرما ہیں باغ جنت میں
ان کے مورث ہیں خواجہ اجمیر — ہیں یہ چشتی نسب میں، نسبت میں
اک بزرگ ان کے آگئے ایٹہ — تھے وہ جب دورہ سیاحت میں
اتفاقاً گئے سھاور بھی — تھا توطن وہاں کا قسمت میں

اہل قصبہ نے پھر نہ جانے دیا — کشش ایسی تھی ان کی سیرت میں
عہد تھا یہ رئیس بنگش کا — جن کی اک شان تھی حکومت میں
پھر سہاور ہی میں رہے وہ بزرگ — بندگان خدا کی خدمت میں
رہی نسل ان کی شہرہ آفاق — علم میں، فضل میں، وجاہت میں
ان میں تھے خواجہ امتیاز حسین — سب سے ممتاز، حُسنِ طینت میں
ایک عالم تھا ان کا گرویدہ — فرد ایسے تھے خیر و برکت میں
کانپور ان کو بخت لے آیا — کہ تھا مدفن یہی مشیت میں
مِلیں اعلیٰ مراتب اُخریٰ — لطف حق سے ظل رحمت میں
فضل ہی فضل روح پر ان کی — نور ہی نور ان کی تربت میں

قادری نے لکھا یہ سال وفات
کہ "ہیں قرب شفیعِ اُمت میں"

۱۳۶۸ھ

(۲)

یہ تربت پاک امتیاز ذی شاں — ہر مہبط نورِ خالقِ بندہ نواز
تاریخ وصال محترم، مرقد پر — لکھدو: "یہ ہیں بزم خلد میں بھی ممتاز"

۱۳۶۸ھ

(۳)

سرتا پا نور تھے جو سید صاحب — پرنور ہے فضل رب سے مرقد سارا
تاریخ وفات قادری نے لکھی — "جنت میں امتیاز مسند آرا"

۱۳۶۸ھ

حضور نمبر
رسالہ شفق آگرہ

ادارہ مغیث الدین فریدی ایم۔اے، عبدالصمد خاں تھرڈ ایر آرٹس

سینٹ جانس کالج میگزین کا حصہ اُردو

مرتبہ حامد حسن قادری

جلد ۲۳ نومبر ۱۹۴۹ء

فہرست

الغفور الوَدُود

۱۳۶۸ھ

رشحاتِ غم

۱۹۴۹ء

بر

حادثہ انتقال یگانہ آفاق

۱۳۶۸ھ

"کامل فاضل عصر"، جناب مولانا ولی محمد خاں صاحب مرحوم"

۱۳۶۸ھ ۱۳۶۸ھ

نور اللہ رب العالمین مرقدہٗ بنورہ

۱۳۶۸ھ

عالی منقبت پروفیسر سینٹ جانس کالج

۱۹۴۹ء

(بکالج ملقب باسم پاک "حضور")

۱۳۶۸ھ

(۱)

عازمِ بہشتِ خلد شد ولی محمد خاں — شد ز محفلِ ما نا بود شمع اہل فضل
سالِ فصلی و ہجری عیسوی و سمبت شد — پاک دل کرم فرما بود شمعِ اہلِ فضل

۵۷ ۵۸۱ ۱۲ ۱۳۵۶ فصلی
۱۳۶۸ ہجری
۱۹۴۹ عیسوی
۲۰۰۶ بکرمی

وفات بتاریخ ۲۲ر جون ۲۴ر شعبان روز چار شنبہ در وطن خودِ پالی شاہ آباد
ضلع ہردوئی، اودھ

(۲)

وہ ہر دل کو عزیز اور اُن کو ہر دل — کچھ ان میں اس قدر محبوبیاں تھیں
یہ ہے تاریخ صادق اُن ولی پر — کہاں ہیں اب جو ان کی خوبیاں تھیں

۱۳۶۸ھ

(۳)

در فضائل کہ آں ولی می داشت — ثانی و مثل غیر ممکن بود
قادری سال رحلتش بنویس — فاضلِ عصر پاک باطن بود

۱۳۶۸ھ

(۴)

یہ واقعہ ہے، نہ تھے صرف نام ہی کے ولی — دِلا میں فرد، کرم میں یگانہ تھے بیشک
جو واقعہ ہے، وہی اُن کا سالِ رحلت بھی — کہ "وہ ولی تھے، ولی زمانہ تھے بیشک"

۱۳۶۸ھ

(۵)

ولیّ خدا تھے ولیّ محمد — ولیّ محمد سے سیکھو ولا کو
بڑے باہمہ تھے بڑے بے ہمہ تھے — نہ دنیا کو چھوڑا نہ بھولے خدا کو
ضیا مہر والطاف کو اُن کے دل سے — چلا اُن کے سینے سے صدق و صفا کو
ہر استاد و شاگرد کالج کے مخلص — خلوص ان سے ہر دوست، ہر آشنا کو
ہوئے بولتے چالتے دم میں راہی — کہا ہنس کے لبیک پیک قضا کو
وہ بے شبہ مصداق لایحزنون[1] تھے — بقائے ابد جانتے تھے فنا کو
یہ ہے بر محل قادری سالِ رحلت — ولی تھے "کہاں حزن و خوف اولیا کو"

۱۳۶۸ھ

[1] قرآن مجید میں ہے اِنَّ اولیاءَ اللّٰہِ لاَ خوف علیھم وَلاَ ھُم یحزنون (بیشک خدا کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے نہ وہ غمگین ہوں گے)

حالاتِ باکمالاتِ حضور

ہوئے رخصت ولی محمد خاں
آہ! وہ دوستوں کے دل کا سرور

زندہ دل، پاک نفس، نیک خصال
صدق ومہر ووفا سے دل معمور

فاضل عصر وخوش بیانِ واعظ
نشۂ حُبِّ دیں میں بالکل چور

سن کے تقریر اُن کی گرما گرم
سب برودت دلوں سے ہو کافور

وہ بیاں جس سے اک سماں بندھ جائے
وہ اثر جس سے سامعین مسحور

پاک باطن، مگر نہ زاہد خشک
شوخ طینت مگر بہت ہی غیور

زینت و زیبِ محفلِ احباب
ہو لطیفوں سے اُن کے سب غم دور

اُن کے حالات داستانِ عجیب
سبق آموز، لطف سے معمور

عربی فارسی کی کی تحصیل
بمقامِ ریاستِ جے پور

جملہ اسنادِ فاضل وکامل
کرکے حاصل مطابقِ دستور

پھر دیا امتحانِ انگریزی
نوکری میں رہے نہ پھر معذور

اس صدی کا وہ سال تھا دسواں[1]
نوکری کا مِلا تھا جب منشور

خدمت اسکول کی سپرد ہوئی
لوحِ تقدیر میں جو تھی مسطور

گذرے پھر سال ایک کم چالیس
کہ مسلسل رہے ہیں وہ مامور

سترہ سال راجپوت اسکول
اُن کے فیضان سے رہا بھرپور

اور بائیس سال کالج میں
سعیِ تعلیم اُن کی ہے مشکور

خوبیِ بخت تھی کہ یوں گذرے
خدمت علم میں سنین وشہور

اہل کالج کے دل میں گھر ایسا
ان کو کہتے تھے سب ''حضور حضور''

ان کی باتیں تھیں دلکش ودلچسپ
خوش مزاجی کا تھا وہ جوش و وفور

بعض شاگرد تھے جو شوخ وشریر
حاضری کا یہ اُن کی تھا دستور

نام کے آگے اک الف[1] لکھتے
ان کا ڈنڈا یہ تھا بہت مشہور

Present P

پی پریزنٹ کی یہ بن جاتا — ان کو ہوتی جو حاضری منظور

A Absent

یا یہ بنتا تھا ابسینٹ کا اے — ہوتا ثابت اگر کسی کا قصور
لڑکے ڈرتے تھے اُن کے ڈنڈے سے — کہ نہ آجائے حاضری میں فتور
"جورِ استاد بہ زمہر پدر" — تھا یہ احساس سب کو اور یہ شعور
مہرباں بھی تھے ایسے لڑکوں پر — کہ نہ کرتے کسی کا دل رنجور
گھر پہونچتے اگر کبھی شاگرد — بھیجتے کچھ کھلا پلا کے ضرور
کھاتے خود جا کے ہوسٹل میں کبھی — چائے اور توس، کیلے اور انگور

بزم اسٹاف کے تھے شمع وچراغ — اُن کے آنے سے پھیل جاتا نور
اُن کی باتوں سے سب کو اک تفریح — اُن کے کھانے سے سب کے دِل مسرور
خوب کھاتے پلاؤ ہو کہ پڈنگ — ربڑی، پوری کہ چٹنیِ اچور
خود بھی دیتے تھے پارٹی وہ کبھی — تھا جب آئس کریم کا دستور
تھے جب اسٹاف روم سکریٹری — کرتے تھے شوق دل سے نظم امور
ممبر اسٹاف کے کلب میں رہے — بیڈ منٹن بھی کھیلتے تھے ضرور
ہوتیں جب پارٹی میں تقریریں — کھلتے اُن کے بھی جوہرِ مستور
جب وہ کرتے "نسیم صبح" کا ذکر — اُن کی تقریر سے برستا نور

Morningbreeze

یعنی کہتی تھی مارننگ بریز — جو کچھ اُن کے بیاں میں تھا مذکور

جاتی پکنک کبھی جو کالج کی — اس میں رہتے تھے پیش پیش "حضور"
سیکری ہو سکندرہ ہو کہ ڈیگ — مستعد تھے سفر پہ دُور سے دُور

کھیلتے، کھاتے، دل لگی کرتے — رہتے ہر طرح شاملِ جمہور
کھیل اُن کو پسند تھا شطرنج — مات کھائیں کہ دیں، بہت مسرور
تھے شکاری بھی رکھتے تھے بندوق — کھیلتے تھے کبھی شکار طیور

ماتھر، اننانی، ٹنڈن، وشرما — خاطرِ ان سب کو اُن کی تھی منظور
کس محبت سے شیودت، ایکا — آتے رس گلے لے کے پیش "حضور"
اور مغیث اک عصائے پیری تھے — ساتھ ساتھ اُن کے چلنے پر مامور
رہتی تھی چھیڑ چھاڑ گٹھک سے — کہ ظرافت میں وہ بھی ہیں مشہور
خود تھے مسٹر مہاجن ان پہ شفیق — ہیں جو کالج کے آج صدرِ صدور
رہے معذور ہوکے بھی نوکر — تھا کرم کا پرنسپل کے ظہور
وہ بھی تھے سب کی مہربانی کے — دل سے ممنون وحق شناس وشکور

آگرہ میں تھی ایک بزم ادب — جس کی پہنچی ہوئی تھی شہرت دُور

Directory

ہوتی جب ڈائرکٹری شائع — ہوتی بزم ادب بھی واں مذکور
صدر اس کے فریدیؒ مرحوم — اس کے ناظم مظفر منصور
خازنِ بزم سید محمود — (صدر وخازن ہیں آج زیب قبور)
مولوی ولی محمد خاں — اس کی "پیغمبری" پہ تھے مامور
قاصد بزم تھے بڑے پُرجوش — اُڑ کے بروقت جاتے مثلِ طیور
اُن کو تبلیغ دیں بھی تھی تفویض — اس میں کرتے تھے کوشش موفور
کرتے احکامِ شرع کی تعلیم — کرتے اصلاحِ حالتِ جمہور
دیتے دعوت بھی، کرتے دعوت بھی — ہوں کلام وطعام جب منظور
دوست کہتے تھے پیرجی ان کو — گونہ تھی پیریِ نیاز ونذور

شغلِ بزم اک مقالہ خوانی تھا — رکھتے اس میں بھی تھے وہ درک وشعور
ہوگئی آہ ختم بزمِ ادب — آبگینہ ہوا وہ چکنا چور

تھے وہ مہمان ومیزباں اچھے — کھا کے بھی خوش، کھلا کے بھی مسرور
کرتے رہتے تھے اپنے گھر دعوت — خاصکر سردیوں میں تھا دستور
نان منگواتے، پائے پکواتے — خود بھی تھا فنِ پخت وپز پہ عبور
کس محبت کے ساتھ ہوتا تھا — اُن کی مہماں نوازیوں کا ظہور

شادیاں کی تھیں سات پے در پے — کہ تجرد سے تھے وہ سخت نفور
کبھی ہانکی انھوں نے جوڑی بھی — تھے وہ جب نشۂ شباب میں چور
گھر کہاں، ہو اگر نہ گھر والی — اس لئے تھے نکاح پر مجبور
نہ ہو بیوی، تو تھے تن تنہا — رنڈیوں سے بھی رہتے پھر معذور
یہی مقصد تھا گھر بسانے کا — ہیں "چہ مگوئیاں" سمجھ کا فتور
بیویوں سے سلوک تھا ایسا — کہ کسی حق میں کچھ کی نہ قصور
اُن کے آرام کا خیال ایسا — کہ خوشی اُن کی ہر طرح منظور
گھر لٹادیں خوشی پہ بیوی کی — یہی سعی وعمل تھا تا مقدور
کبھی اُس کے خلاف کچھ نہ کیا — تھا جو شرع شریف کا دستور
یہ دُعا ہے کہ یا رب ان کو وہاں — ملے اک اک کے بدلے سو سو حور

آہ ایسے عزیز دوست گئے — ہم سے وہ دُور، اُن سے ہم مہجور
اُن کے اوصاف پاک نامحدود — اُن کے اخلاقِ نیک نامحصور
وصف کو اُن کے، ذکر ناکافی — جیسے جلوے کو تنگ دامن طور
یاالٰہی! رہیں خوش و خرم — اُن کے پس ماندگاں اناث وذکور

رحم فرما بروح مولانا — یاس از رحمت است عین قصور
فَاغْفِرِ الذَّنبَ وَاقْبَلِ التَّوبه — یَا اِلٰهَ العِبادِ اَنْتَ غَفُور
اُن کے مرقد کو کردے شیش محل — لطف سے تیرے، تیرا لمعہ نور
تیرے دربار سے ملے ان کو — مژدۂ اِنَّ سَعْیَکُمْ مَشْکُوْر
ان پہ سایہ لِوائے حمد کا ہو — ہوں ترے اولیا میں وہ محشور

قادری نے یہ ان کا سالِ وفات — لکھدیا: "تھے ولیّ ربّ غفور"
۱۹۴۹ء

دل ہے غمناک، آنکھ ہے نمناک
حال اور سال ہے "یہ غم کا وفور"
۱۳۶۸ھ

از
خاکسار حامد حسن قادری
۱۳۶۸ھ

تاریخ پان تمباکو

عزیزی زاہد حسن فروری ۱۹۴۹ء میں کراچی کی نوکری چھوڑ کر چکوال ضلع جہلم کے گورنمنٹ کالج میں اردو کے پروفیسر ہوگئے۔ کالج کے استادوں نے آپس میں عہد کیا کہ تمباکو کھانا پینا چھوڑدیں اور جو شخص کبھی توبہ توڑے وہ جرمانہ میں سب کو دعوت کھلائے۔ زاہد پان میں تمباکو ہمیشہ سے کھاتے ہیں۔ انھوں نے مجھے لکھا تو میں نے بڑی تاکید لکھی کہ ہرگز نہ چھوڑنا اور یہ تاریخ بھی لکھ دی۔ چنانچہ انہوں نے پان نہ چھوڑا دعوت کھلادی۔

سب مانتے ہیں، ترک ہے عادت کا، عداوت
پھر ترک پر اصرار ہے کیا حرکتِ کالج

عادت جو ہمیشہ سے ہے، قائم ہی رہے وہ
خوبی سے ادا ہوگی جب ہی خدمتِ کالج

جرمانے میں دعوت جو کھلانا ہو ضروری
اچھا ہے کہ دلچسپ ہے یہ صحبتِ کالج

مجبور کریں ترک پہ کالج کے جو احباب
یہ رحمت کالج ہوئی یا زحمتِ کالج؟

ہے قادری اچھی یہ فریدی کو نصیحت
"تمباکو نہ کر ترک، کھلا دعوتِ کالج"

۱۹۴۹ء

تواریخ

لحد پاک قطب اقطاب مولانا شاہ عزیز الرحمٰن صاحب لکھنوی اَنَارَ اللہ بُرھانَہٗ

۱۳۶۸ھ +۵۸۱=۱۹۴۹ء

صاحب دل و صاحب سجادہ مولانا شاہ رحمٰن بخش

۱۹۴۹ء

(۱)

عزیزِ جہان و عزیزِ اِلٰہ — وہ، جن میں صفاتِ کمالاتِ حق
وہ، اخلاق سب جن کے، خلقِ نبی — وہ اوصاف سب جن کے، آیاتِ حق
وہ، تجرید سے جن کی ہ سب نفی غیر — وہ، توحید سے جن کی، اثبات حق
وہ دنیا سے کیا پردہ فرما گئے — کہ پنہاں ہوا نورِ مرأتِ حق
یہ تاریخ حامد حسن قادری — کہو: "وہ ہوے واصل ذاتِ حق"

۱۳۶۸ھ

(۲)

ہیں واصلِ حق عزیزِ رحمٰن — رُتبہ اُنھیں جب کے کیا ملاواہ
جو دل میں بسا رہا ہمیشہ — بے پردہ وہ آپ آملا واہ
ہے قادری ان کا سالِ رحلت — ”کھوئی جو خودی، خدا ملا واہ“

۱۳۶۸ھ

تاریخ وصال ۲۲ر جمادی الاول ۲۳ر مارچ چارشنبہ نومبر میں تاریخیں لکھی گیں۔

تواریخ وفات عزیز احمد خان صاحب، رامپوری، وکیل، بریلی، ایم ایل اے، لکھنؤ ۶ر اکتوبر ۱۲ر ذی الحجہ پنج شنبہ کو مرض سرطان میں شفاخانہ لکھنؤ میں انتقال فرمایا۔ میرے ۴۰ سال کے دوست تھے۔ اسکول میں ساتھ رہا اور جب سے برابر تعلقات رہے۔

(۱)

ترا غم اے عزیزِ خاطرِ آشفتہ حالاں ہے
دوا کیا، اس جگر کے داغ کی، اس دل کے چھالے کی
ترا یہ سال رحلت قادری نے سن کے ہاطف سے
کہا: ”بہجت نعیم خلد کی تیرے حوالے کی“

۱۹۴۹ء

(۲)

تو نے دکھ پائے عزیز احمد خاں — گذری آلام کی شدت تجھ پر
قادری کی یہ دعا ہے تاریخ — ”ہو اب اللہ کی رحمت تجھ پر“

۱۳۶۸ھ

(۳)

از دلِ یاران نگردد محو ہرگز مہرِ تو، گرچہ باشی از برِ ماوز نگاہِ خلق دُور
ہمچنیں سال وصالت آمدہ با "مصطفےٰ" "اے عزیز خاطر یاراں عزیز رامپور"

۲۲۹ ۱۷۲۰

+۲۲۹

۱۹۴۹ء

(۴)

چوں رفت آں عزیز وطن آں عزیز خلق از حق بہار وباغ و نسیم بہشت یافت
ہم سال عیسوی ز "وفات عزیز" شد ایں سال ہجری ست "نعیم بہشت یافت"

۵۸۱ ۱۳۶۸ھ

+۵۸۱

۱۹۴۹ء

تواریخ تمغا

آگرہ یونیورسٹی نے ۱۹۳۵ء سے قاضی عزیز الدین مالکم بیلی گولڈ میڈل کے نام سے ایک انعامی تمغے کا آغاز کیا۔ قاضی صاحب مرحوم وزیر اعظم ریاست دتیا نے اس کام کے لئے تین ہزار روپیہ یونیورسٹی کو عطا کئے بی اے کے امتحان میں فارسی اور سنسکرت میں اول آنے والے کو ایک طلائی تمغا دیا جائے۔ پہلے سال فارسی کو دوسرے سال سنسکرت کو۔ اسی طرح ایک سال بیچ فارسی اور سنسکرت والے کو ملتا رہے۔ اتفاق سے فارسی کے پہلے تین تمغے مسلسل ہمارے کالج میں آئے۔ پھر چند سال بعد دو تمغے اور کالج میں آئے۔ جب حسن میاں کو تمغا ملا تو میں نے بڑی بیساختہ تاریخ کہی جو مجموعہ تواریخ میں درج ہے یعنی

یافت اوتمغا ز یونیورسٹی یافتم تاریخ: "تمغہ یافتہ"

۱۹۳۷ء

پھر میں نے اگلے پچھلوں کی تاریخیں بھی اسی سے پیدا کیں۔

(۱) مجیب احمد انصاری "تمغا بیافتا" = ۱۹۳۵ء

(۲) ساجد حسن قادری "تمغایافتہ" = ۱۹۳۷ء

(۳) سید تصدق علی "تمغا بیافتہ" = ۱۹۳۹ء

(۴) خالد حسن قادری "چہ تمغایافتہ" = ۱۹۴۵ء

(۵) سید افروز علی "تمغاے یافتہ" = ۱۹۴۹ء

جب افروز علی نے تمغا پایا اور سینٹ کالج میں پانچویں بار یہ تمغا آیا تو میں نے اس کی بھی تاریخ کہی اور سب تمغوں کی بھی تفصیل و تاریخ لکھدی۔ یادداشت اور یادگار کے لئے یہ تفصیل درج کی گئی۔

(۱)

مجید احمد نے، ساجد نے، تصدق اور خالد نے
ثبوت قابلیت امتحانوں میں دیا اچھا
تھے سن ۳۵، ۳۷، ۳۹، اور ۴۵
کہ میڈل لے کے نام ان سب نے ہی پیدا کیا اچھا
ہوئی تاریخ اب افروز کے تمغاے پنجم کی
کہ: "تمغاے طلائی فارسی کا یہ لیا اچھا"

۱۹۴۹ء

(۲)

جو بی اے کی فارسی میں اول آیا — انجام میں تمغاے طلائی لایا
"پایا ہے یہ افروز علی نے تمغا" — تاریخ کا تمغا ہے یہ دل نے پایا

۱۹۴۹ء

تواریخ ولادت

میرے ۴۰ سال کے دوست مولوی حاجی فیاض الدین صاحب، رام پوری کے فرزند اکبر مولوی ضیاء الدین کے ہاں ۲۴ر اکتوبر یکم محرم کو لڑکی پیدا ہوئی۔ یہ پہلا بچہ ہے۔ یکم نومبر کو تاریخ لکھی گئی۔

(۱)

یہ تاریخ فی الفور بہتر ملی کہ "لطف الٰہی" سے "دختر" ملی

۱۶۵+۱۲۰۴ = ۱۳۶۹ھ

(۲)

باد ازرویت روے دختر خرم و شاد ضیاء و فیاض
قادری گفت بتاریخ و دعا "منعکس باد ضیاء فیاض"

۱۹۴۹ء

تاریخ

حادثہ صدمہ مرگ صدمہ برقی

۱۳۶۸ھ

مولوی محمد عسکری صاحب بچھرایونی، ڈپٹی کلکٹر، بدایوں کا فرزند یگانہ، علی رضا، علی گڑھ میں بی۔ اے میں پڑھتا تھا۔ ۹ر ستمبر ۱۹۴۹ء ۱۵ر ذی قعدہ ۱۳۶۸ھ کو شب میں بجلی کے صدمے سے انتقال کر گیا۔

شدی ناگہ شہید صدمہ برق براحت درجناں ماوائے توباد
علی وہم رضا درنام تو جمع جوار آل ائمہ جاے تو باد
ہمیں تاریخ رحلت قادری گفت "نسیم از خلد جاں افزاے توباد"

۱۳۶۸ھ

تاریخ
"اتفاق محض حوادث"

۱۹۴۹ء

عجب اتفاق ہے، کہ جس روز شب میں علی رضا کا حادثہ ہوا۔ اسی دن آگرہ میں صبح ۹ بجے بجلی کا ایک حادثہ ہوا۔ کوچہ حکیمان کلاں میں قائم علی خانصاحب کے مکان پر کسی کی شادی کا جلسہ نکاح تھا۔ یکایک محلے کا ایک شخص بجلی کے پنکھے سے ٹکرا کر بیہوش ہو گیا۔ بجلی کا سخت صدمہ پہنچا تھا۔ گھنٹوں موت و حیات کے درمیان رہا مگر بچ گیا۔ میں نے علی رضا کا حادثہ سننے کے بعد تاریخ کہی۔ یعنی

"وائے حسرت ایک دن حادثے بجلی کے دو۔

۱۳۶۸ھ

تواریخ
"آراستگی شکر و شکایت"

۱۹۴۹ء

شاہ فضل حسن خانصاحب صابری مالک دبدبہ سکندری، رامپور سے پچاس سال سے تعلقات ہیں مجھ سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ اپنا اخبار ہمیشہ مجھے بھیجتے ہیں۔ اتفاق سے ۱۹۴۹ء میں کئی مہینے تک ان سے خط کتابت نہ ہوئی۔ انھوں نے اخبار میں اعلان شائع کر دیا کہ قادری صاحب خود اپنی خیریت لکھیں یا کوئی واقف حال اس کا جواب دے۔ مجھے اس پر لطف آیا کہ اعلان کی جگہ آگرہ کو ایک کارڈ مجھے لکھ سکتے تھے کالج میں مجھے ۶/دسمبر کو دبدبہ سکندری ملا۔ ایک تاریخ تو وہیں ہو گئی۔ دوسری گھر آکر لکھی انھوں نے تاریخیں شائع کر دیں۔

(۱)

اک کارڈ نہ آگرہ کو لکھ کر پوچھیں اخبار میں ہوں وہ خیریت کے جویا
ہو قادری، اس لطیفے کی اک تاریخ کہیے کہ: "بڑی ستم ظریفی گویا"

۱۹۴۹ء

(۲)

"چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے" (غالب) یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے"
کون اچھے؟ وہ جو اہل اللہ ہیں کون ان سے بڑھکے اچھا چاہیے
ہیں انھیں اچھوں میں اک فضل حسن ان سے لو، گر دین ودنیا چاہیے
قادری! وہ چاہتے ہیں آپ کو! "آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے" (غالب)
پوچھتے ہیں خیریت اخبار میں کیجیے ناز اس پہ، جتنا چاہیے
شامل حال ان کا فیض و لطف ہے اس کی اک تاریخ لکھنا چاہیے
سال ہے، شامل جو ہے "فیض مدام" وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

۹۷۵ ۹۷۴=۱۹۴۹ء

تاریخ آگرہ

تذکرہ تھا کہ آگرہ کی چار چیزیں مشہور ہیں۔ دری، دال موٹھ، دریائی، درگابائی، جیسے ملتان کی گرد، گرما، گدا، گورستان۔ میں نے کہا حروف کی تجنیس وصفت تو بیشک خوب ہے لیکن اب تو آگرہ میں دو ہی چیزیں ہیں۔

ازل سے "سیر تاج کی لطف دال موٹھ کا"

۳۸ + ۱۳۳۰ = ۱۳۶۸ھ

تاریخ بچھراؤں

اک وہ جو تھے مولوی "بھانڈا" کس کس سے ملا رہے تھے ڈانڈا

Cut off

ایسا کیا سب نے مل کے کٹ آف تقوے کی صفیں بھی ہوگئیں صاف

دین و دل و علم و فضل و تقوا — لو، مار گیا سبھی کو لقوا
عشاق میں تھے سبھوں سے جی دار — ہر دم دل و جاں سے تھے خریدار
پلا دیکھا تو دم بخود ہیں — گندم کے عوض یہاں نخود ہیں
ڈرہے نہ ملیں کہیں نخود بھی — اس سودے میں جائیں بک نہ خود بھی
بھونرے کی طرح بنیں وہ لُو بھی — ڈھونڈے سے ملے تو جب کہ ہُو بھی
قسمت کا جو تھا نبڑ گیا سب — بن کر کھیل اب بگڑ گیا سب
گھاتوں کے جو وہ ہیں باپ دادا — اب لاد کو کوئی دن میں لادا
کیسا وہ گلاب، کیا چنبیلی — اللہ ہی ہے اب اس کا بیلی
دیکھی جو انھوں نے یہ خرابی — انگلی دانتوں میں اپنے دابی
حیرت ہے کہ یوں ہوا اکھڑ جائے — یوں پاؤں جما ہوا اکھڑ جائے
یوں مٹ جائیں جو سب بھروسے — انسان قسمت کو اپنی کوسے
جو ہے، دل میں ہے وہ پشیماں — حامی کون، اب کسے کہے "ماہ"
القصہ میں کیا وبال لکھوں — اک شعر میں اس کا سال لکھوں

ہر آئینہ ابتری ہوئی ہے = ۹۳۰
سب کی میاّ مری ہوئی ہے = ۴۳۹ء
۱۳۶۹ھ

تاریخ غالب نمبر

علی گڑھ میگزین کا "غالب نمبر" مختار الدین آرزو، ایم اے نے شائع کیا تھا۔ یہ تاریخ پروفیسر علوی صاحب کو بھیجی تھی انھوں نے آئندہ سال اکبر نمبر میں تنقیدوں کے ساتھ شائع کردی۔

گلزار ادب میں قادری، آج ہوا — سرسبز نہال آرزوے مختار
تاریخ ہوئی "جلوہ غالب نمبر" — دیکھا جو کمال آرزوے مختار
۱۳۶۹ھ

اک اور بھی تاریخ اگر ہو درکار
لو: "شمع جمال آرزوے مختار"

۱۹۴۹ء

تاریخ نسخہ طبیب

۱۹۴۹ء

یعنی جناب حکیم مطلق وخلاق مطلق

۱۳۶۹ھ

طویل بیماری کے بعد میں نے دودھ اور شہد کا استعمال شروع کیا تھا حقیقت یہ ہے کہ دودھ سے بہتر عرق اور شہد سے بڑھ کر شربت کون حکیم مجازی بنا سکتا ہے۔

میں نے عسل وشیر کا معمول کیا ہے — جس کے لئے قرآن میں بھی فیہ شفا ہے
تاریخ ہے: "شربت عرق اللہ کا اچھا" — سال اور بھی نکلا: "یہ دوا اور غذا ہے"

۱۳۶۹ھ — ۱۹۴۹ء

تاریخ وفات

مطلوب بیگم مرحومہ اہلیہ شمیم الحسن صاحب، ملازم افواج، آگرہ

سدھاری خلد کو مطلوب بیگم! — جوار رحمت حق تو نے پایا
یہ لکھا سالِ رحلت قادری نے — "جھلیں جنت کی حوریں تجھ کو پنکھا"

۱۳۶۷ھ

(یہ تاریخ بھی دو سال بعد لکھوائی گئی)

تاریخ وفات

وحید زماں جناب نظام الدین صاحب اَنَارَ اللّٰہ بُرھٰنہ

۱۳۶۹ھ ۵۸۰+ = ۱۹۴۹ء

مرحوم لوہامنڈی میں رہتے تھے۔ نہایت سخت بہرے تھے، مگر بالکل بہشتی، میرا قیام بھی اسی محلے میں غالب پورہ میں تھا۔ کبھی راستے میں مل جاتے تو دیر تک روکے رکھتے۔ مرحوم کے صاحبزادے سراج الدین صاحب کی فرمائش سے تاریخ لکھی گئی۔

مرحوم نظامِ دین و دُنیا پہنچے ہیں قریب ربِّ وہاج
صاحب دل و متقی و زاہد حاصل انھیں نیکیوں کی معراج
جو ان کی صفات تھیں، کہاں اب گویا کہ ہے آگرہ ہی تاراج
گرویدہ تھے ان کے یار و اغیار وہ سب کے دلوں پہ کر گئے راج
تاریخ یہ قادری نے لکھی
"پایا ہے وصال ذات حق آج"

۱۳۶۹ء

تاریخ اخبار

منظر صدیقی (فرزند اکبر سیماب صاحب اکبرآبادی مرحوم) نے اپنے اخبار ایشیاء کا انسانیت نمبر نکالنا چاہا تو مجھ سے تاریخ کی فرمائش کی ۵/ دسمبر ۱۹۴۹ء کو لکھی گئی۔

حکمِ خدا ہے انسانیت ہے انساں برائے انسانیت ہے
انسانیت ہے دنیا کی منزل دیں رہنمائے انسانیت ہے
ایمانِ محکم اور سعیِ پیہم اس سے بقائے انسانیت ہے
صدق و صفا سے، مہر و وفا سے قائم بنائے انسانیت ہے

عفت، عدالت، ہمت، مروت — یہ مدعائے انسانیت ہے
لیکن جہاں میں نفسِ بہیمی — گویا بجائے انسانیت ہے
دنیا میں کتنے انساں ہیں، جن میں — سب کچھ سوائے انسانیت ہے
حرص و ہوا بھی، مکر و دغا بھی — وجہ فنائے انسانیت ہے
نخوت، تشدد، نفرت، تعصب — کیا ارتقائے انسانیت ہے
خلق خدا کی خدمت کر انسان — گر اِدّعائے انسانیت ہے
خوف خدا سے، صبر و رضا سے — نور و ضیائے انسانیت ہے
صد شکر، منظر اور ایشیا پر — ظل لوائے انسانیت ہے
انسانیت کا یہ خاص نمبر — گویا چلائے انسانیت ہے
انسانیت ہے سب ایشیا میں — یہ ایشیائے انسانیت ہے

لو، قادری اب تاریخ اس کی
"صورت نمائے انسانیت" ہے

۱۳۶۹ھ
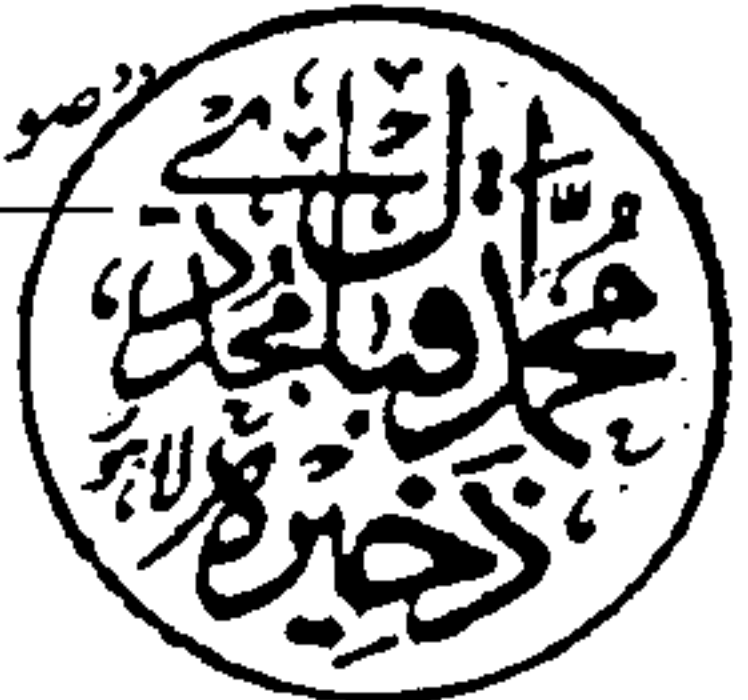
تاریخ ثانی

منظر صدیقی نے اوپر کی تاریخ دیکھکر پھر فرمائش کی کہ قطعہ تاریخ میں ایشیا کے مضامین اور مضمون نگاروں کا بھی تذکرہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ یہ دوسری تاریخ ۱۰؍مارچ ۱۹۵۰ء کو لکھی گئی۔ یہ اُسی سال کی تاریخوں میں درج ہونی چاہیے تھی۔ مگر یہیں لکھے دیتا ہوں تاکہ دونوں تاریخیں یکجا رہیں۔

یہ نکلا ایشیا کا خاص نمبر — جو قدر و قیمت انسانیت ہے
علَم بردار ہے انسانیت کا — کمال شوکت انسانیت ہے
یہ منظر کی ہے ایسی سعیِ مشکور — جو زیب و زینت انسانیت ہے
مقالہ، نظم، افسانہ، رُباعی — ہر اک، اک رایت انسانیت ہے

ہر اک شاعر، ادیب، افسانہ پرداز — عظیم الدرجت انسانیت ہے
اثر، سیماب، میکش، راز، اختر — سبھی سے رفعت انسانیت ہے
بڑی خدمت ہے یہ انسانیت کی — یہ گنج دولت انسانیت ہے
یہ ہے آب بقا انسانیت کو — یہ خوان نعمت انسانیت ہے

یہ ہے اے قادری سال اشاعت
یہ قدرِ خدمتِ انسانیت ہے

۱۹۵۰ء

تاریخ وفات

بفرمائش شمس الحسن صاحب شمس بریلوی

رتبۂ افضال بیگم دیکھنا — یہ بہار دہر جنت کو ملے
جان دے کر لی ہے جنس مغفرت — لیجیے، کتنی ہی قیمت کو ملے
ہے دعائے مغفرت پر مشتمل — سالِ رحلت: ''حور خدمت کو ملے''

۱۳۷۲ھ

حصہ سوم فن تاریخ گوئی
۱۹۴۳ء